بسم اللہ الرحمن الرحیم

ائمۂ مجتہدین کے فقہی اختلافات

(حقائق، اسباب اور شرعی حیثیت)

اختر امام عادل قاسمی

بانی و مہتمم جامعہ ربانی منورواشریف بہار

دائرۃ المعارف الربانیۃ

جامعہ ربانی منورواشریف، سمستی پور بہار الہند

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب:- ائمہ مجتہدین کے فقہی اختلافات

(حقائق، اسباب اور شرعی حیثیت)

مصنف:- مولانا مفتی اختر امام عادل قاسمی

صفحات:- ۸۶

سن اشاعت:- ۱۴۴۴ھ م ۲۰۲۲ء

ناشر:- دائرۃ المعارف الربانیہ جامعہ ربانی منورواشریف سمستی پور بہار

ملنے کے پتے

☆ مرکزی مکتبہ جامعہ ربانی منورواشریف، پوسٹ سوہما،

ضلع سمستی پور بہار انڈیا848207

موبائل نمبر:9473136822-9934082422

☆ مکتبہ الامام، سی 212، امام عادل منزل، گراؤنڈ فلور،

شاہین باغ، ابوالفضل پارٹ ۲، اوکھلا، جامعہ نگر، نئی دہلی 25

مندرجات کتاب

سلسلہ نمبر	مضامین	صفحات
۱	عقائد کی بنیاد پر تفریق	۸
۲	فروعی اختلاف	۱۰
۳	فروعی اختلاف سے وحدت امت متاثر نہیں ہوتی	۱۰
۴	فروعی اختلاف رحمت ہے	۱۱
۵	شریعت اسلام میں اجتہاد کی اجازت	۱۲
۶	فروعی اختلاف اجتہاد کا نتیجہ	۱۳
۷	اجتہادی غلطیوں پر اجر کا وعدہ	۱۴
۸	عہد نبوت میں اجتہادی اختلاف	۱۴
۹	وتر کے مسئلے پر صحابہ میں اختلاف	۱۵
۱۰	مطلقہ ثلاثہ کے نفقہ وسکنی میں اختلاف	۱۶
۱۱	جنبی کے لئے تیمم کا مسئلہ	۱۷
۱۲	غسل کے وقت عورت کا سر کھولنا	۱۷
۱۳	استحاضہ کا مسئلہ	۱۸
۱۴	تحصیب کی شرعی حیثیت میں اختلاف	۱۸
۱۵	رمل کی شرعی حیثیت میں اختلاف	۱۹
۱۶	حضور ﷺ کے حج کی نوعیت میں اختلاف	۱۹

سلسلہ نمبر	مضامین	صفحات
۱۷	حضور ﷺ کے عمرہ کی تاریخ میں اختلاف	۲۰
۱۸	میت پر رونے سے عذاب قبر	۲۰
۱۹	جنازہ کے لئے قیام کی توجیہ میں اختلاف	۲۰
۲۰	متعہ کی روایات میں تطبیق	۲۱
۲۱	حالت استنجاء میں قبلہ کی رعایت	۲۱
۲۲	طلاق سکران میں اختلاف	۲۱
۲۳	طواف فرض کے بعد اگر عورت کو حیض آجائے	۲۲
۲۴	صحابہ کے اختلاف سے مختلف مکاتب فقہ وجود میں آئے	۲۳
۲۵	اختلاف فقہاء کے اسباب	۲۳
۲۶	فقہ مالکی پر فقہاء مدینہ کا اثر	۲۴
۲۷	فقہ حنفی پر فقہاء کوفہ کا اثر	۲۵
۲۸	فقہ شافعی پر مختلف مکاتب فقہ کے اثرات	۲۶
۲۹	فقہ حنبلی پر فقہ شافعی کا اثر	۲۷
۳۰	اختلاف کا دوسرا سبب	۲۸
۳۱	اختلاف کا تیسرا سبب، تعلیل و توجیہ میں اختلاف	۲۹
۳۲	جنازہ کے لئے قیام کی توجیہ	۲۹
۳۳	قلتین کی توجیہ	۲۹

سلسلہ نمبر	مضامین	صفحات
۳۴	رفع یدین کی توجیہ	۳۱
۳۵	احکام متعہ کی توجیہ	۳۱
۳۶	اختلاف کا چوتھا سبب-ردو قبول کے معیار میں اختلاف	۳۲
۳۷	پانچواں سبب-روایات کے جمع و تطبیق میں اختلاف	۳۳
۳۸	فروعی اختلاف کو مٹانے کی کبھی کوشش نہیں کی گئی	۳۴
۳۹	اختلاف فقہاء کی شرعی حیثیت	۳۵
۴۰	دو نقطۂ نظر	۳۶
۴۱	صواب و خطا کا اختلاف	۳۶
۴۲	اختلاف کے دونوں جانب حق ہیں	۳۹
۴۳	مسئلہ کا تجزیہ	۴۱
۴۴	چار صورتیں	۴۱
۴۵	حکم کا مدار تحری واجتہاد پر ہے	۴۲
۴۶	روایات سے توسع کا ثبوت	۴۲
۴۷	فیصلۂ نبوی	۴۳
۴۸	اختلاف صحابہ سے استدلال	۴۳
۴۹	بنو قریظہ میں عصر	۴۵
۵۰	فطر و قربانی میں توسع	۴۶

سلسلہ نمبر	مضامین	صفحات
۵۱	جنابت میں تیمم کا مسئلہ	۴۷
۵۲	قرآن وحدیث میں جزوی تفصیلات نہیں ہیں	۴۸
۵۳	صحابہ فروعی سوالات سے پرہیز کرتے تھے	۴۹
۵۴	فی الواقع علم الہی کے لحاظ سے اجتہادی اختلاف کا تجزیہ	۵۴
۵۵	عامی کے لئے مجتہد کی تقلید واجب ہے	۵۵
۵۶	آیات سے استدلال	۵۵
۵۷	روایات سے استدلال	۵۷
۵۸	عہد صحابہ کے واقعات سے استدلال	۵۹
۵۹	اہل مدینہ کی تقلید شخصی	۶۰
۶۰	حضرت ابوموسی اشعریؓ نے تقلید کی تلقین کی	۶۱
۶۱	سارے لوگ مذہب خلیفہ کے پیروکار	۶۱
۶۲	عمرو بن میمونؒ کی تعلیم	۶۲
۶۳	حضرت ابن مسعودؓ نے تقلید کی تلقین فرمائی	۶۳
۶۴	عقلی استدلال	۶۴
۶۵	ایک وضاحت	۶۴
۶۶	تقلید بحیثیت شارح	۶۶
۶۷	مذاہب اربعہ کی تخصیص کی وجہ	۶۷

صفحات	مضامین	سلسلہ نمبر
۶۸	تقلید کے لئے مذہب واحد کی تعیین	۶۸
۶۹	تقلید شخصی کے ترک سے دین کی تصویر بگڑ جائے گی	۶۹
۷۰	تقلید شخصی واجب لغیرہ ہے	۷۰
۷۳	مذاہب اربعہ کا بحیثیت شریعت احترام واجب ہے	۷۱
۷۴	سلف صالحین کا ذکر خیر	۷۲
۷۴	اولیاء اللہ سے عداوت سنگین جرم ہے	۷۳
۷۵	اختلاف کے وقت اکابر کی روش	۷۴
۷۵	امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کا باہمی تعلق	۷۵
۷۶	امام شافعیؒ کا اکابر فقہ حنفی سے تعلق	۷۶
۷۸	امام محمدؒ اور امام شافعیؒ کا تعلق	۷۷
۷۹	امام مالکؒ کے بارے میں دیگر ائمہ کے خیالات	۷۸
۷۹	فقہ حنفی کے اکابر کے بارے میں امام احمد بن حنبلؒ کی رائے	۷۹
۸۰	امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا تعلق	۸۰
۸۰	اختلاف کے باوجود اکابر کا طرز عمل ہمیشہ مثبت رہا	۸۱
۸۲	ضرورت کے وقت ایک فقہی رائے سے دوسری رائے کی طرف عدول	۸۲
۸۴	ضرورت کے وقت ضعیف یا مرجوح قول اختیار کرنے کی گنجائش	۸۳
۸۵	ضرورت کے تعین کے لئے چند علماء کا اتفاق کافی ہے	۸۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمداللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنامحمد رحمۃ للعلمین ! امابعد

اسلام دین واحد ہے اور اس کے بنیادی مصادر و مراجع بھی متفق علیہ ہیں، لیکن اس کی تشریح وتوضیح اور نقل وروایت کے لحاظ سے اس میں اختلافات ہوئے اور اس طرح بنیادی طور پر اتفاق کے باوجود فروعی لحاظ سے امت کئی طبقوں میں تقسیم ہوگئی، لیکن یہ اختلاف امت کے لئے باعث زحمت نہیں بلکہ باعث رحمت ہے، اسلام میں صرف وہ اختلاف مذموم ہے، جو اساسی عقائد ونظریات کے بارے میں ہو اور اس کی بنیاد افتراق وانتشار پر ہو، نہ کہ وہ فروعی اختلاف جس کی بنیاد اجتہاد اور اخلاص پر ہو، احادیث میں دونوں قسم کے اختلافات کا ذکر آیا ہے، اور ایک کو رحمت ونجات اور دوسرے کو زحمت وہلاکت قرار دیا گیا ہے:

عقائد کی بنیاد پر تفریق

(ا) حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- « لَيَأْتِيَنَّ عَلَى أُمَّتِى مَا أَتَى عَلَى بَنِى إِسْرَائِيلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتَّى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتَى أُمَّهُ عَلاَنِيَةً لَكَانَ فِى أُمَّتِى مَنْ يَصْنَعُ ذَلِكَ وَإِنَّ بَنِى إِسْرَائِيلَ تَفَرَّقَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِى عَلَى ثَلاَثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِى النَّارِ إِلاَّ مِلَّةً وَاحِدَةً قَالُوا وَمَنْ هِىَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِى »[1]

---

[1]- الجامع الصحيح سنن الترمذي ج 5 ص 26 حديث نمبر :2641 المؤلف : محمد بن عيسى أبو عيسى الترمذي السلمي الناشر : دار إحياء التراث العربي – بيروت تحقيق : أحمد محمد شاكر وآخرون عدد الأجزاء : 5 الأحاديث مذيلة بأحكام الألباني عليها

ترجمہ: یقیناً میری امت پر ایسے حالات آئیں گے جیسے بنی اسرائیل پر آئے، دونوں میں ایسی مماثلت ہوگی، جیسے دونوں پاؤں کے جوتوں کے درمیان ہوتی ہے، یہاں تک کہ بنی اسرائیل میں سے اگر کسی نے اپنی ماں سے علانیہ بدفعلی کی ہوگی تو میری امت میں بھی کوئی ایسا ہوگا، جو یہ حرکت کرے گا، اسی طرح بنی اسرائیل بہتر (۷۲) فرقوں میں تقسیم ہوگئے تھے اور میری امت تہتر (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہوجائے گی، جن میں ایک فرقہ کے سوا سارے فرقے جہنمی ہوں گے، صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ وہ فرقہ کون سا ہوگا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ طریقہ جس پر میں اور میرے اصحاب ہیں"۔

یہ روایت پندرہ (۱۵) صحابہ سے منقول ہے، ان میں حضرت ابوہریرہؓ، عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ، انسؓ، ابوامامہؓ، عمرو بن عوفؓ، معاویہؓ، اور عوف بن مالکؓ کی روایات صحیح یا حسن کے درجہ پر ہیں، بقیہ روایات کی اسناد میں کچھ ضعف ہے، مگر کثرت طرق سے ان کی تقویت ہوتی ہے [2]۔

اس حدیث میں اختلاف وافتراق سے مراد وہ اختلاف وافتراق ہے جو اسلام کے بنیادی عقائد ونظریات کے بارے میں ہو، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ محقق دوانیؒ کے حوالہ سے فرماتے ہیں:

"حاصلش آنکہ مراد دخول است"، لیکن دخول من حیث الاعتقاد و فرقۂ ناجیہ را اصلاً از جہت اعتقاد دخول نار نخواہد شد گرچہ از جہت تقصیرات عمل در نار داخل شوند"[3]

---

[2]- ترجمان السنۃ ۲۵/۱
[3]- فتاوی عزیزی ۲۶/۱

”حاصل یہ ہے کہ کلھم فی النار سے مراد دخول ہے، لیکن دخول بلحاظ اعتقاد مراد ہے، یعنی تمام فرقے اپنے اعتقاد کی خرابی کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے، اور فرقۂ ناجیہ کا کوئی فرد فساد عقیدہ کی وجہ سے جہنم میں نہ جائے گا، البتہ اعمال کی کوتاہی کی وجہ سے بہت سے افراد داخل جہنم ہوسکتے ہیں“۔

اعتقادی اختلاف اسلام میں سخت ناپسندیدہ ہے، اور اس بنیاد پر جو فرقہ بندیاں ہوئی ہیں، وہ دین وملت کے لئے بھی اور خود ان فرقوں کے لئے بھی سخت نقصان دہ ہے۔

فروعی اختلاف

(۲)البتہ وہ اختلاف جس کا تعلق بنیادی معتقدات سے نہ ہو بلکہ فروعی مسائل واحکام اور ذیلی تصورات ونظریات سے ہو، یہ نہ ممنوع ہے، اور نہ مذموم، یہ اختلاف تو رحمت ہے، اس سے فکر ونظر کے راستے کھلتے ہیں اور امت کو بہت سی سہولتیں اور آسانیاں فراہم ہوتی ہیں۔

فروعی اختلاف سے وحدت امت متاثر نہیں ہوتی

اس سے امت کی وحدت متاثر نہیں ہوتی، قرآن عزیز میں ہے:

شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا الخ[4]

ترجمہ: ”تمہارے لئے وہ دین جاری کیا، جس کی وصیت نوح کو کی تھی“۔

اس کی تفسیر میں حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں:

اوصيناک يا محمد و اياه دينا و احداً[5]

---

[4]-الشوریٰ :۱۳

[5]- الجامع الصحيح ج 1 ص 7 المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي الناشر : دار ابن كثير ، اليمامة – بيروت الطبعة الثالثة ، 1407 – 1987 تحقيق : د. مصطفى ديب البغا أستاذ الحديث وعلومه في كلية الشريعة – جامعة دمشق عدد الأجزاء : 6

ترجمہ:"اے محمد ہم نے آپ کو اور ان کو دین واحد کی وصیت کی"

ظاہر ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسی علیہ السلام تک شریعت ومزاج کا کھلا ہوا فرق رہا ہے، مگر پھر بھی قرآن کریم نے ان کو دین واحد قرار دیا۔

فروعی اختلاف رحمت ہے

اسی لئے ایک حدیث میں اسی قسم کے اختلاف کو رحمت کہا گیا:

اختلافُ أصحابي رحمةٌ (الديلمى عن ابن عباس) [كنوز الحقائق]

أخرجه أيضًا : البيهقى فى المدخل للسنن (ص 162 ، رقم 152)

وقال : متنه مشهور وأسانيده ضعيفة لم يثبت فى هذا إسناد وقال العراقى فى تخريج أحاديث الإحياء : إسناده ضعيف وقال المناوى (212/1) : أسنده البيهقى فى المدخل ، وكذا الديلمى فى مسند الفردوس كلاهما من حديث ابن عباس مرفوعًا بلفظ : ((اختلاف أصحابي رحمة))[6]

میرے صحابہ کا اختلاف تمہارے لئے رحمت ہے"

بعض روایات میں ہے:

---

[6]-جمع الجوامع المعروف بـ «الجامع الكبير»ج 1 ص 202 المؤلف: جلال الدين السيوطي (٨٤٩ - ٩١١ هـ)المحقق: مختار إبراهيم الهائج - عبد الحميد محمد ندا - حسن عيسى عبد الظاهرالناشر: الأزهر الشريف، القاهرة - جمهورية مصر العربية الطبعة: الثانية، ١٤٢٦هـ - ٢٠٠٥ م عدد الأجزاء: ٢٥ (الأخير فهارس) * جامع الأصول في أحاديث الرسول ج 1 ص 182 المؤلف : مجد الدين أبو السعادات المبارك بن محمد بن محمد بن محمد ابن عبد الكريم الشيباني الجزري ابن الأثير (المتوفى : ٦٠٦هـ)تحقيق : عبد القادر الأرنؤوط - التتمة تحقيق بشير عيون الناشر : مكتبة الحلواني - مطبعة الملاح - مكتبة دار البيان الطبعة : الأولى

اختلاف امتی رحمۃ[7]

"کہ میری امت کا اختلاف لوگوں کے لئے رحمت ہے"

علامہ سخاویؒ نے اس حدیث پر کافی طویل گفتگو کرنے کے بعد اس کی اصلیت کو تسلیم کیا ہے[8]

ظاہر ہے کہ اس سے مراد خواص امت ہیں نہ کہ عامۃ الناس، خلیفہ ارشد حضرت عمر بن اعبد العزیزؒ سے منقول ہے:

ما سرنی لو ان اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم لم یختلفوا لانہم لو لم یختلفوا لم تکن رخصۃ[9]

"مجھے اس کی تمنا نہیں کہ صحابہ میں اختلاف نہ ہوتا، کیوں کہ صحابہ میں اختلاف نہ ہوتا تو ہمارے لئے آسانی نہ ہوتی"

شریعت اسلام میں اجتہاد کی اجازت

حضرت معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما بعثہ الی الیمن، قال کیف تقضی اذا عرض لک قضاءقال اقضی بکتاب اللہ ،قال فان لم تجد فی کتاب اللہ قال فبسنۃ رسول اللہ

---

[7]- جامع الأصول في أحاديث الرسول ج 1 ص 182 المؤلف : مجد الدين أبو السعادات المبارك بن محمد الجزري ابن الأثير (المتوفى : 606هـ)تحقيق : عبد القادر الأرنؤوط الناشر : مكتبة الحلواني – مطبعة الملاح – مكتبة دار البيان الطبعة : الأولى

[8]- المقاصد الحسنة في بيان كثير من الأحاديث المشتهرة على الألسنة ج 1 ص 63 المؤلف : شمس الدين أبو الخير محمد بن عبد الرحمن بن محمد السخاوي (المتوفى : 902هـ)المحقق : محمد عثمان الخشت الناشر : دار الكتاب العربي – بيروت الطبعة : الأولى ، 1405 هـ – 1985م عدد الأجزاء : 1

[9]- اللآلي المنثورة في الأحاديث المشهورة ج 1 ص 64 المؤلف : الزركشي، محمد بن عبد الله بن بهادر المحقق : محمد بن لطفي الصباغ الناشر :المكتب الإسلامي الطبعة : عدد الأجزاء :1

صلی اللہ علیہ وسلم قال فان لم تجد فی سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اجتہدبرائی ولاآلو(قال) فضرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی صدرہ قال احمد اللہ الذی وفق رسول رسول اللہ لمایرضی بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم[10]

ترجمہ: ”رسول اللہ ﷺ نے جب ان کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجنا چاہا تو دریافت فرمایا کہ کوئی معاملہ پیش آجائے تو کس طرح فیصلہ کروگے؟ عرض کیا: کتاب اللہ کے موافق فیصلہ کروں گا، آپ نے فرمایا وہ مسئلہ کتاب اللہ میں نہ ہو تو، عرض کیا: سنت رسول اللہ سے فیصلہ کروں گا، آپ نے فرمایا اگر اس میں بھی نہ ملے تو، عرض کیا اس وقت اجتہاد و استنباط کر کے اپنی رائے سے فیصلہ کروں گا اور تحقیق حق میں کوئی کوتاہی نہ کروں گا، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے (فرط مسرت وشفقت سے) اپنا دست مبارک میرے سینہ پر مارا کہ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اپنے رسول کے قاصد کو اس چیز کی توفیق دی، جو اللہ کے رسول اللہ ﷺ کو محبوب و پسندیدہ ہے“

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے تمام نمائندوں کے لئے دستور العمل یہی تھا کہ جب کتاب و سنت میں کوئی مسئلہ نہ ہو تو اجتہاد کر کے فیصلہ کریں۔

فروعی اختلاف اجتہاد کا نتیجہ

اگر فروعی اختلاف مذموم ہوتا تو دینی مسائل میں کسی کو اجتہاد کی اجازت نہ دی جاتی اس لئے کہ ہر شخص اکا اجتہاد ایک ہو نہیں سکتا، تمام مجتہدین کا ایک ہی اجتہاد پر پہنچنا ممکن نہیں،

---

[10]- ابوداؤو، ۱۲۹/۲، ترمذی ۱۵۹/۱

اختلاف کا ہونا فطری ہے۔

اجتہادی غلطیوں پر اجر کا وعدہ

لیکن نہ صرف یہ کہ اجتہاد کی اجازت دی گئی، بلکہ اس راہ میں ہونے والی غلطیوں پر بھی اجر کا وعدہ کیا گیا، حضرت عمرو بن العاصؓ سے منقول ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اذاحکم الحاکم فاجتہد فاصاب فلہ اجران وا ذا حکم و اخطأ فلہ اجرٌ[11]

ترجمہ: "حاکم اجتہاد کر کے کوئی حکم دے اور وہ حکم درست ہو تو اس کو دو اجر ملیں گے اور اگر غلط ہو تو اسے ایک اجر ملے گا"۔

عہد نبوت میں اجتہادی اختلاف

اسی لئے روایات میں آتا ہے کہ خود عہد نبوت میں مجتہدین صحابہ کے درمیان بعض اجتہادی اختلافات پیدا ہوئے، اور حضور اقدس ﷺ نے کسی پر نکیر نہیں فرمائی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الاحزاب لا یصلین احد العصر الا فی بنی قریظۃ فادرک بعضہم العصر فی الطریق فقال بعضہم لا نصلی حتی ناتیھا و قال بعضھم بل نصلی لم یردمنا ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم یعنف واحداً منہم[12]

ترجمہ: "نبی کریم ﷺ نے احزاب کے دن فرمایا کہ عصر کی نماز کوئی شخص بنو قریظہ کے علاوہ کہیں نہ پڑھے، صحابہ کرام بنو قریظہ کی جانب روانہ ہوئے،

---

[11]۔ بخاری شریف ۲/ ۲۹۲، مسلم شریف، ۲/ ۷۶

[12]۔ بخاری شریف، ۲/ ۵۹۱

لیکن کچھ لوگوں کو کسی وجہ سے تاخیر ہوگئی اور راستہ ہی میں عصر کا وقت آگیا ، تو بعض نے کہا ہم تو عصر کی نماز بنو قریظہ ہی جا کر پڑھیں گے، کیوں کہ حضور اقدس ﷺ کا یہی حکم ہے، بعض نے کہا ہم تو نماز یہیں پڑھیں گے، حضور اقدس ﷺ کا مقصد یہ نہ تھا کہ راستہ میں وقت ہو جائے تو بھی نماز نہ پڑھنا، بلکہ آپ کا مقصد یہ تھا کہ بنو قریظہ میں نماز پڑھنے کی کوشش کرو، حضور ﷺ کے سامنے اس واقعہ کا ذکر ہوا، تو آپ نے کسی کو اس پر سرزنش نہ فرمائی۔

وتر کے مسئلے پر صحابہ میں اختلاف

(ا)عہد صحابہ میں تو اس کے بے شمار نمونے ملتے ہیں، مثلاً بخاری شریف میں ہے:

اوترمعاویۃ برکعۃ و عندہ مولی لابن عباس فاتی ابن عباسؓ فقال دعہ فانہ قد صحب رسول اللہ ﷺوفی روایۃ اصاب انہ فقیہ [13]

ترجمہ: حضرت معاویہؓ نے عشاء کے بعد ایک رکعت وتر پڑھی اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے آزاد کردہ غلام وہاں موجود تھے، انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے اس کا ذکر کیا، تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو، کیوں کہ وہ حضور اقدس ﷺ کے صحابی ہیں، ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ انہوں نے صحیح کیا، وہ فقیہ ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں اس قسم کے اختلافات کے کئی نمونے ذکر کئے ہیں، مثلاً:

---

[13]- بخاری شریف، ۱/۵۳۱

مطلقہ ثلاثہ کے نفقہ و سکنی میں اختلاف

(۲) حضرت فاطمہ بنت قیس روایت کرتی ہیں کہ:

"بانها كانت مطلقه الثلاث فلم يجعل لها رسول الله ﷺ نفقة و لا سكنى"

"وہ مطلقہ ثلاثہ تھیں، تو ان کے لئے رسول اللہ ﷺ نے نفقہ اور سکنی مقرر نہ فرمایا"

لیکن حضرت عمرؓ کو اس بات پر اعتماد نہ تھا، وہ فرماتے تھے:

لا ندع كتاب ربنا وسنة نبينا صلى الله عليه و سلم بقول امرأة لا ندري لعلها حفظت أم نسيت---- فجعل لها السكنى والنفقة[14]

ترجمہ: میں اللہ کی کتاب اور اپنے نبی کی سنت کسی عورت کے کہنے پر نہیں چھوڑ سکتا، نہیں معلوم اس کو یاد رہا یا بھول گئی،۔۔۔ اس کو نفقہ اور سکنی ملے گا۔

حضرت عائشہؓ کی رائے بھی یہی تھی، انہوں نے حضرت فاطمہؓ کو سمجھاتے ہوئے کہا:

ألا تتقي الله؟[15] کیا تجھے اللہ کا خوف نہیں ہے؟

---

[14]- سنن الدارمي ج 2 ص 218 حديث نمبر :2274 المؤلف : عبدالله بن عبدالرحمن أبو محمد الدارمي الناشر : دار الكتاب العربي – بيروت الطبعة الأولى ، 1407 تحقيق:فواز أحمد زمرلي , خالد السبع العلمي عدد الأجزاء : 2

[15]- الجامع الصحيح ج 5 ص 2039 حديث نمبر :5016 المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي الناشر : دار ابن كثير ، اليمامة – بيروت الطبعة الثالثة ، 1407 – 1987 تحقيق : د. مصطفى ديب البغا أستاذ الحديث وعلومه في كلية الشريعة – جامعة دمشق عدد الأجزاء : 6 مع الكتاب : تعليق د. مصطفى ديب البغا

جنبی کے لئے تیمم کا مسئلہ

(۳) بخاری و مسلم میں روایت آئی ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ کا مذہب یہ تھا کہ جنبی کے لئے تیمم درست نہیں، جب کہ حضرت عمارؓ اور متعدد اعیان صحابہ کا مسلک یہ تھا جنبی کو اگر پانی میسر نہ ہو تو تیمم درست ہے[16]۔

غسل کے وقت عورت کا سر کھولنا

(۴) صحیح مسلم میں روایت آئی ہے کہ:

عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ بَلَغَ عَائِشَةَ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو يَأْمُرُ النِّسَاءَ إِذَا اغْتَسَلْنَ أَنْ يَنْقُضْنَ رُءُوسَهُنَّ فَقَالَتْ يَا عَجَبًا لِابْنِ عَمْرٍو هَذَا يَأْمُرُ النِّسَاءَ إِذَا اغْتَسَلْنَ أَنْ يَنْقُضْنَ رُءُوسَهُنَّ أَفَلَا يَأْمُرُهُنَّ أَنْ يَحْلِقْنَ رُءُوسَهُنَّ لَقَدْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ وَلَا أَزِيدُ عَلَى أَنْ أُفْرِغَ عَلَى رَأْسِي ثَلَاثَ إِفْرَاغَاتٍ[17]

"حضرت ابن عمرؓ عورتوں کو حکم دیتے تھے کہ غسل کے وقت اپنے سر کھول لیں

---

[16]- الجامع الصحيح ج 1 ص 129 حديث نمبر :331 المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي الناشر : دار ابن كثير ، اليمامة – بيروت الطبعة الثالثة ، 1407 – 1987 تحقيق : د. مصطفى ديب البغا أستاذ الحديث وعلومه في كلية الشريعة – جامعة دمشق عدد الأجزاء : 6 * الإنصاف في بيان أسباب الاختلاف ج 1 ص 26 المؤلف : أحمد بن عبد الرحيم ولي الله الدهلوي الناشر : دار النفائس – بيروت الطبعة الثانية ، 1404 تحقيق : عبد الفتاح أبو غدة عدد الأجزاء : 1

[17]- الجامع الصحيح المسمى صحيح مسلم ج 1 ص 179 حديث نمبر :773 المؤلف : أبو الحسين مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيري النيسابوري المحقق :الناشر : دار الجيل بيروت + دار الأفاق الجديدة . بيروت

،حضرت عائشہ نے یہ سنا تو فرمایا کہ حیرت ہے، ابن عمر عورتوں کو سر کھولنے کا حکم دیتے ہیں؟ پھر یہی حکم کیوں نہیں دے دیتے کہ سر مونڈوالیا کریں، حالانکہ میں اور رسول اللہ ﷺ ایک برتن سے غسل کرتے تھے اور اپنے سر پر تین چلو سے زائد نہیں ڈالتی تھی"

استحاضہ کا مسئلہ

(۵) امام زہریؒ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ہندہؓ حالت استحاضہ میں نماز نہیں پڑھتی تھیں ،اور اپنی اس محرومی پر بہت روتی تھیں ، جب کہ دیگر صحابہ اس حالت میں رخصت کے قائل تھے، اور اسی حالت میں نماز پڑھنے کی اجازت دیتے تھے[18]

تحصیب کی شرعی حیثیت میں اختلاف

(٦) حج کے لئے رخصت ہوتے وقت مقام ابطح پر نزول حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک سنن حج میں سے تھا، اس لئے کہ حضور ﷺ نے یہ عمل فرمایا تھا، جب کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عباسؓ کا مذہب یہ تھا کہ یہ سنن حج میں سے نہیں ہے اور حضور ﷺ کا یہ عمل محض اتفاقی تھا[19]۔

---

[18]- حجة الله البالغة ج 1 ص 300 الإمام أحمد المعروف بشاه ولي الله ابن عبد الرحيم الدهلوي تحقيق سيد سابق الناشر دار الكتب الحديثة – مكتبة المثنى مكان النشر القاهرة

[19]- حجة الله البالغة ج 1 ص 301 الإمام أحمد المعروف بشاه ولي الله ابن عبد الرحيم الدهلوي تحقيق سيد سابق الناشر دار الكتب الحديثة – مكتبة المثنى مكان النشر القاهرة

رمل کی شرعی حیثیت میں اختلاف

(۷) جمہور کا مذہب یہ ہے کہ طواف میں رمل مسنون ہے، کیوں کہ حضور ﷺ سے یہ عمل ثابت ہے، جب کہ حضرت ابن عباسؓ کا مذہب یہ تھا کہ یہ مسنون نہیں ہے اور حضور ﷺ کا عمل اتفاقی طور پر مشرکین کے جواب میں تھا کہ مشرک کہتے تھے کہ مسلمانوں کو یثرب کے بخار نے توڑ کر رکھ دیا ہے[20]

حضور ﷺ کے حج کی نوعیت میں اختلاف

(۸) رسول اللہ ﷺ نے حج فرمایا یہ حج تمتع یا قران یا افراد؟ صحابہ کا اس میں سخت اختلاف رہا، جس کا اندازہ ابو داؤد کی روایت کے ان الفاظ سے ہوتا ہے۔

عَنْ سَعِيدِبْنِ جُبَيْرٍقَالَ قُلْتُ لِعَبْدِاللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ يَا أَبَا الْعَبَّاسِ عَجِبْتُ لاِخْتِلاَفِ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ –صلى الله عليه وسلم– فِى إِهْلاَلِ رَسُولِ اللَّهِ –صلى الله عليه وسلم– حِينَ أَوْجَبَ[21]

”حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے کہا، اے ابو العباس! رسول اللہ ﷺ کے احرام کے وقت کی صورت حال کے بارے میں صحابہ کے اختلاف پر مجھے حیرانی ہے“۔

---

[20]- حجة الله البالغة ج 1 ص 301 الإمام أحمد المعروف بشاه ولي الله ابن عبد الرحيم الدهلوي تحقيق سيد سابق الناشر دار الكتب الحديثة – مكتبة المثنى مكان النشر القاهرة

[21]- سنن أبي داودج 2 ص 84 حديث نمبر:1772المؤلف:أبو داودسليمان بن الأشعث السجستاني الناشر:دار الكتاب العربي ـ بيروت عدد الأجزاء : 4

حضور ﷺ کے عمرہ کی تاریخ میں اختلاف

(۹) حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرہ ماہ رجب میں ادا فرمایا، جب کہ حضرت عائشہؓ اس کو ان کی بھول قرار دیتی تھیں[22]

میت پر رونے سے عذاب قبر

(۱۰) حضرت ابن عمر یا حضرت عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں:

" ان المیت یعذب ببکاء اهله علیہ"

ترجمہ: "میت کو گھر والوں کے عمل گریہ سے عذاب ہوتا ہے"

حضرت عائشہؓ نے یہ سنا تو فرمایا واقعہ یہ نہیں تھا، بلکہ واقعہ یہ تھا کی رسول اللہ ﷺ ایک یہودیہ کے پاس سے گذرے، جس پر اس کے گھر والے رو رہے تھے، تو آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ اس پر رو رہے ہیں، اور اس کو قبر میں عذاب ہو رہا ہے، تو کچھ لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ عذاب رونے کے سبب سے ہو رہا، اور اس کو ہر مردہ کے لئے عام حکم سمجھ لیا[23]۔

جنازہ کے لئے قیام کی توجیہ میں اختلاف

(۱۱) جنازہ کے لئے کھڑا ہونا چاہیے یا نہیں؟ اور کس کے جنازہ کے لئے کھڑا ہونا چاہئے؟ صحابہ کا اس امر میں بھی اختلاف ہوا، بعض کہتے تھے کہ یہ قیام ملائکہ کی تعظیم میں ہے، اس لئے مومن و کافر ہر ایک کے جنازہ کے کھڑا ہونا چاہیے، اور حضرت حسن بن علیؓ کا کہنا تھا کہ:

---

[22]- حجة الله البالغة ج 1 ص 302 الإمام أحمد المعروف بشاه ولي الله ابن عبد الرحيم الدهلوي تحقيق سيد سابق الناشر دار الكتب الحديثة – مكتبة المثنى مكان النشر القاهرة

[23]- الجامع الصحيح ج 1 ص 433 المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي الناشر : دار ابن كثير ، اليمامة – بيروت الطبعة الثالثة ، 1407 – 1987 تحقيق : د. مصطفى ديب البغا أستاذ الحديث وعلومه في كلية الشريعة – جامعة دمشق عدد الأجزاء : 6

حضور ﷺ یہودی کا جنازہ دیکھ کر اس لئے کھڑے ہو گئے کہ آپ کے سر مبارک کے اوپر سے نہ گذر جائے۔ اس کا مطلب ہے یہ حکم صرف کافر کے جنازہ کے لئے ہے[24]

متعہ کی روایات میں تطبیق

(۱۲) رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے سال متعہ کی اجازت دی، پھر اوطاس کے سال بھی اس کی رخصت دی، پھر اس منع فرما دیا، اس کی تطبیق میں صحابہ کے درمیان اختلاف ہوا، جمہور صحابہ کہتے تھے کہ رخصت اباحت تھی اور نہی کے بعد وہ اباحت منسوخ ہو گئی، جب کہ حضرت ابن عباسؓ کا خیال یہ تھا کہ رخصت برائے ضرورت تھی اور نہی بوجہ عدم ضرورت اور حکم بدستور باقی ہے[25]

حالت استنجاء میں قبلہ کی رعایت

(۱۳) حالت استنجاء میں قبلہ کی طرف رخ یا پشت کرنے کا حکم کیا ہے؟ اور کیا اس میں زمان و مکان کی کوئی تخصیص ہے، صحابہ کے درمیان اس امر میں بھی اختلاف رہا، جو بعد کے ادوار تک باقی رہا[26]

طلاق سکران میں اختلاف

(۱۴) طلاق سکران کے مسئلے میں بھی صحابہ کے درمیان اختلاف رہا، حضرت عمرؓ اس

---

[24]- حجة الله البالغة ج 1 ص 302 الإمام أحمد المعروف بشاه ولي الله ابن عبد الرحيم الدهلوي تحقيق سيد سابق الناشر دار الكتب الحديثة – مكتبة المثنى مكان النشر القاهرة

[25]- حجة الله البالغة ج 1 ص 302 الإمام أحمد المعروف بشاه ولي الله ابن عبد الرحيم الدهلوي تحقيق سيد سابق الناشر دار الكتب الحديثة – مكتبة المثنى مكان النشر القاهرة

[26]- حجة الله البالغة ج 1 ص 302 الإمام أحمد المعروف بشاه ولي الله ابن عبد الرحيم الدهلوي تحقيق سيد سابق الناشر دار الكتب الحديثة – مكتبة المثنى مكان النشر القاهرة

کو جائز ونافذ مانتے تھے اور حضرت عثمان غنیؓ اس کو نافذ نہیں مانتے تھے[27]

طواف فرض کے بعد اگر عورت کو حیض آجائے

(۱۵) حج کے دوران طواف فرض کے بعد عورت کو حیض آجائے تو اس کے لئے کیا حکم ہے ؟ طواف وداع کے لئے پاک ہونے تک انتظار کرے یا طواف اس سے ساقط ہو جائے گا، اور اس کے لئے واپس ہو جانا جائز ہو گا؟ اہل مدینہ نے حضرت ابن عباسؓ سے یہ مسئلہ دریافت کیا تو انہوں نے فتوی دیا کہ جا سکتی ہے، اس پر اہل مدینہ نے کہا: ”آپ فتوی دیں یا نہ دیں حضرت زید بن ثابت تو کہتے ہیں کہ یہ عورت (بغیر طواف) واپس نہیں جا سکتی، ایک روایت میں ہے کہ انصار نے کہا کہ اے ابن عباس! ہم آپ کی بات کیسے مان لیں، آپ کا فتوی تو حضرت زیدؓ کے خلاف ہے “ اس پر حضرت ابن عباسؓ نے ارشاد فرمایا کہ ام سلیم سے تحقیق کر لو، چنانچہ حضرت ام سلیمؓ نے حضور ﷺ کی ایک حدیث سنائی جو حضرت ابن عباسؓ کی تائید میں تھی۔

عَنْ عِكْرِمَةَ أَنَّهُ كَانَ بَيْنَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَزِيدِ بْنِ ثَابِتٍ فِى الْمَرْأَةِ تَحِيضُ بَعْدَ مَا تَطُوفُ بِالْبَيْتِ يَوْمَ النَّحْرِ مُقَاوَلَةٌ فِى ذَلِكَ فَقَالَ زَيْدٌ لاَ تَنفِرُ حَتَّى يَكُونَ آخِرُ عَهْدِهَا بِالْبَيْتِ . وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ إِذَا طَافَتْ يَوْمَ النَّحْرِ وَحَلَّتْ لِزَوْجِهَا نَفَرَتْ إِنْ شَاءَتْ وَلاَ تَنْتَظِرُ. فَقَالَتِ الأَنْصَارُ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ إِنَّكَ إِذَا خَالَفْتَ زَيْداً لَمْ نُتَابِعْكَ.فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ سَلُوا أُمَّ سُلَيْمٍ. فَسَأَلُوهَا عَنْ ذَلِكَ فَأَخْبَرَتْ أَنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَىّ بْنِ أَخْطَبَ أَصَابَهَا ذَلِكَ فَقَالَتْ عَائِشَةُ الْخَيْبَةُ لَكِ حَبَسْتِينَا . فَذُكِرَ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ –صلى الله عليه وسلم– فَأَمَرَهَا أَنْ تَنْفِرَ. وَأَخْبَرَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ أَنَّهَا

27- نصب الرایہ، ۲۲۳/۳

لَقِيَتْ ذَلِكَ فَأَمَرَهَا رَسُولُ اللَّهِ –صلى الله عليه وسلم– أَنْ تَنْفِرَ[28]

صحابہ کے اختلاف سے مختلف مکاتب فقہ وجود میں آئے

اس طرح صحابہ میں علمی و فکری اختلاف کے بے شمار نمونے ملتے ہیں، سیاسی اختلافات اپنی جگہ ہیں، یہی اختلاف بعد کے ادوار میں منتقل ہوا، اور مختلف حلقوں نے اپنے ذوق اور سہولت کے لحاظ سے مختلف صحابہ کے اثرات قبول کئے، نقطۂ نظر کا اختلاف ہوا، شخصیات اور حالات کے لحاظ سے رجحانات میں فرق آیا، اور اس طرح مختلف اجتہادی کوششوں کے نتیجے میں مختلف مکاتب فقہ وجود میں آگئے، مدینہ میں حضرت سعید بن مسیبؒ اور سالم بن عبد اللہؒ کا مسلک فقہی رائج ہوا، ان کے بعد زہریؒ، قاضی یحیٰ بن سعیدؒ اور ربیعہ بن عبد الرحمانؒ کا دور رہا، مکہ میں عطاء ابن ابی رباحؒ، کوفہ میں ابراہیم نخعیؒ اور شعبیؒ، بصرہ میں حسن بصریؒ، یمن میں طاؤس بن کیسانؒ، اور شام میں مکحولؒ کو درجہ امامت حاصل ہوا[29]

اختلاف فقہاء کے اسباب

(ا) اس طرح بعد کے فقہا کے لئے اختلاف کا راستہ کھل گیا، اور قرن اول کے بعد کثرت سے مجتہدین پیدا ہوئے، اور فروعی مسائل کو انہوں نے اسلام کے بنیادی اصول اور اساسی مزاج و مذاق کی روشنی میں حل کرنے کی کوشش کی، جس پر ہر علاقے کے اپنے حالات و ظروف اور پیش رو شخصیات کی چھاپ تھی، چونکہ اس علم کی بنیاد روایت پر ہے، اس لئے اس کے لئے

---

[28]- مسند الإمام أحمد بن حنبل ج 6 ص 430 حديث نمبر :27467 المؤلف : أحمد بن حنبل أبو عبدالله الشيباني الناشر : مؤسسة قرطبة – القاهرة عدد الأجزاء : 6 الأحاديث مذيلة بأحكام شعيب الأرنؤوط عليها

[29]- حجة الله البالغة ج 1 ص 303 الإمام أحمد المعروف بشاه ولي الله ابن عبد الرحيم الدهلوي تحقيق سيد سابق الناشر دار الكتب الحديثة – مكتبة المثنى مكان النشر القاهرة

شجرہ تلمذ کی صحت و اتصال بے حد ضروری ہے اور اسی وجہ سے ہر بعد والے نے اپنے سے قبل والے سے علم حاصل کیا، جس کا قدرتی اثر یہ ہوا کہ جس کو جس استاد سے علم سیکھنے کا موقع ملا اس نے بالعموم اس کے معیار کو قبول کیا اور اس نے بھی اس نقطۂ نظر سے واقعات کا مطالعہ کیا، جس سے کہ اس کے مشائخ نے کیا تھا اور اجتہاد و استنباط میں اس نے بھی وہی منہج اختیار کیا جو اس کے اساتذہ کا تھا۔

فقہ مالکی پر فقہاء مدینہ کا اثر

مثلاً حضرت امام مالکؒ کے مکتب فقہی پر حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، اور تابعین میں حضرت عروہؒ، حضرت سالمؒ، عکرمہؒ، عطاءؒ اور عبید اللہ بن عبد اللہؒ اور دیگر فقہاء مدینہ کے اقوال و افکار کے اثرات پڑے، مشہور ہے کہ امام مالکؒ اہل مدینہ کے اجماع کو حجت قرار دیتے تھے، اس لئے کہ مدینہ ہر دور میں علماء اور فقہاء کا مرکز رہا ہے، امام مالکؒ ایسے ہی کسی متفقہ مسئلہ کے بارے میں فرماتے تھے۔

" السنۃ التی لا اختلاف فیہا عند نا کذاو کذا[30]

یعنی جس سنت میں ہمارے یہاں کوئی اختلاف نہیں وہ یہ اور یہ ہے "

کوئی مسئلہ خود علماء مدینہ کے درمیان اختلافی ہوتا تو وہ اپنے ذوق اجتہاد یا کثرت قائلین یا قیاس قوی یا کتاب و سنت کی کسی تخریج سے موافقت کی بنیاد پر انہیں میں سے کسی قول کا انتخاب کرتے تھے، ایسے مواقع پر امام مالکؒ فرماتے تھے "ھذا احسن ماسمعت" یہ میرے سنے

---

[30]- حجة الله البالغة ج 1 ص 306 الإمام أحمد المعروف بشاه ولي الله ابن عبد الرحيم الدهلوي تحقيق سيد سابق الناشر دار الكتب الحديثة – مكتبة المثنى مكان النشر القاهرة

ہوئے اقوال میں سب سے بہتر قول ہے[31]۔

فقہ حنفی پر فقہاء کوفہ کا اثر

دوسری طرف حضرت امام ابو حنیفہؒ نے فقہاء کوفہ میں حضرت علیؓ، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ، حضرت شریحؒ، حضرت شعبیؒ اور حضرت ابراہیم نخعیؒ کے اقوال و افکار کا اثر قبول کیا، اسی کا اثر تھا کہ حضرت علقمہؒ نے شریک کے مسئلے میں حضرت مسروقؒ کا میلان حضرت زید بن ثابتؓ کے قول کی طرف دیکھا تو کہا" هل احد منهم اثبت من عبد الله" کیا ان میں کوئی عبد اللہ بن مسعودؓ سے بڑھ کر بھی مضبوط عالم ہے؟[32]

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی تو اس باب میں بہت آگے تک چلے گئے ہیں، جس، سے مکمل اتفاق ضروری نہیں، وہ کہتے ہیں:

وان شئت أن تعلم حقيقةماقلناه فلخص أقوال ابراهيم من كتاب الآثار لمحمد رحمه الله وجامع عبد الرزاق ومصنف أبي بكر بن أبي شيبة ثم قايسه بمذهبه تجده لا يفارق تلك المحجة إلا في مواضع يسيرة وهو في تلك اليسيرة أيضا لا يخرج عما ذهب إليه فقهاء الكوفة [33]

"کہ اگر تم میری بات کی حقیقت جاننا چاہو تو کتاب الآثار لمحمد، جامع عبد الرزاق

---

[31]- حجة الله البالغة ج 1 ص 306 الإمام أحمد المعروف بشاه ولي الله ابن عبد الرحيم الدهلوي تحقيق سيد سابق الناشر دار الكتب الحديثة – مكتبة المثنى مكان النشر القاهرة

[32]- الإنصاف في بيان أسباب الاختلاف ج 1 ص 32 المؤلف : أحمد بن عبد الرحيم ولي الله الدهلوي الناشر : دار النفائس – بيروت الطبعة الثانية ، 1404تحقيق : عبد الفتاح أبو غدة عدد الأجزاء : 1

[33]- الإنصاف في بيان أسباب الاختلاف ج 1 ص 39 المؤلف : أحمد بن عبد الرحيم ولي الله الدهلوي الناشر : دار النفائس – بيروت الطبعة الثانية ، 1404تحقيق : عبد الفتاح أبو غدة عدد الأجزاء : 1

،اور مصنف ابی بکر ابن ابی شیبہ سے حضرت ابراہیم نخعیؒ کے اقوال کی تلخیص کرو، پھر امام ابو حنیفہؒ کے مذہب سے ان کا موازنہ کرو، تو چند مقامات کے سوا کچھ فرق محسوس نہ کروگے، اور اس چند میں بھی وہ فقہاء کوفہ کے اقوال سے خروج نہیں کرتے"

یہی حال دیگر فقہاء کا بھی ہے، مدینہ کے محمد بن عبد الرحمن بن ابی ذئبؒ، مکہ کے ابن جریجؒ اور ابن عیینہؒ، کوفہ کے ثوریؒ، اور بصرہ کے ربیع ابن صبیحؒ کے جو مختلف اقوال کتب فقہ و حدیث میں ملتے ہیں اور ان سے ان کے جن فقہی رجحانات کا اظہار ہوتا ہے۔ اس میں بھی اس کی جھلک موجود ہے[34]۔

فقہ شافعی پر مختلف مکاتب فقہ کے اثرات

حضرت امام شافعیؒ نے مالکی اور حنفی دونوں مکاتب فقہ سے استفادہ کیا، تو ان کے یہاں کافی تنوع ملتا ہے، مدنی روایات کا رنگ بھی ہے اور کوفی فکر و نظر کا عکس بھی، ایک طرف ان کے یہاں اجتہاد و استنباط کی گہرائی محسوس ہوتی ہے۔ تو دوسری طرف روایات میں اختلافات کے وقت اصح مافی الباب کو اہمیت دیتے نظر آتے ہیں، وہ فقہ حنفی سے اس قدر متاثر ہیں کہ ساری دنیا کو فقہ میں امام ابو حنیفہؒ کی عیال کہتے ہیں، اور امام محمدؒ کی توصیف و تحسین سے ان کی زبان نہیں تھکتی اور دوسری طرف مختلف اساتذہ سے استفادہ اور درپیش مقامی حالات کی بناپر فقہ حنفی سے سب سے زیادہ اختلاف کرنے والے بھی وہی ہیں، امام مالکؒ کی صحبت میں رہے، اس کا رنگ ایک تھا، امام محمدؒ کی ہم نشینی میں آئے تو رنگ کچھ اور ہوا، اور مصر گئے تو ایک اور کیفیت پیدا ہوئی۔

---

[34]- الإنصاف في بيان أسباب الاختلاف ج 1 ص 39 المؤلف : أحمد بن عبد الرحيم ولي الله الدهلوي الناشر : دار النفائس – بيروت الطبعة الثانية ، 1404تحقيق : عبد الفتاح أبو غدة عدد الأجزاء : 1

فقہ حنبلی پر فقہ شافعی کا اثر

رہے امام احمدؒ تو انہوں نے زیادہ تر استفادہ حضرت امام شافعیؒ سے کیا اور انہی کا رنگ ان پر حاوی رہا، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی تو فقہ حنبلی کو کسی مستقل مکتب فقہی کے بجائے فقہ شافعی کی ایک شاخ کی حیثیت سے دیکھتے ہیں، لیکن چونکہ ان کے مذہب کی تدوین امام شافعیؒ کے مذہب کے ساتھ عمل میں نہیں آئی، اس لئے دونوں جداگانہ مذاہب معلوم ہوتے ہیں، لکھتے ہیں:

ومنزلة مذهب أحمد من مذهب الشافعي منزلة مذهب أبي يوسف ومحمد من مذهب أبي حنيفة إلا أن مذهبه لم يجمع في التدوين مع مذهب الشافعي كما دون مذهبهما مع مذهب أبي حنيفة فلذلك لم يعدا مذهبا واحدا فيما ترى والله أعلم[35]

ترجمہ: امام احمد بن حنبلؒ کے مذہب کو امام شافعیؒ کے مذہب سے وہی نسبت ہے جو امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے مذہب کو امام ابو حنیفہؒ کے مذہب سے ہے، مگر ان کا مذہب امام شافعیؒ کے مذہب کے ساتھ مدون نہیں ہوا، جیسا کہ صاحبین کا مذہب امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کے ساتھ مدون ہوا، اس لئے لوگوں کی نگاہ میں وہ ایک مذہب نہیں سمجھا گیا، واللہ اعلم۔

اپنی مشہور کتاب "عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید" میں رقمطراز ہیں:

وَعِنْدِي فِي ذَلِك رَأْي وَهُوَ أَن الْمُفْتِي فِي مَذْهَب الشَّافِعِي سَوَاء كَانَ مُجْتَهدا فِي الْمَذْهَب أَو متبحرا فِيهِ إِذا احْتَاجَ

35- الإنصاف في بيان أسباب الاختلاف ج 1 ص 84 المؤلف : أحمد بن عبد الرحيم ولي الله الدهلوي الناشر : دار النفائس – بيروت الطبعة الثانية ، 1404 تحقيق : عبد الفتاح أبو غدة عدد الأجزاء : 1

فِي مَسْأَلَة إِلَى غير مذْهبه فَعَلَيهِ بِمذهب أَحْمد رَحِمَه الله فَإِنَّهُ أجل أَصْحَاب الشَّافِعِي رَحِمَه الله علما وديانة ومذهبه عِنْد التَّحْقِيق فرع لمَذْهَب الشَّافِعِي رَحِمَه الله وَوجه من وجوهه وَالله أعلم[36]

اختلاف کا دوسرا سبب

(۲) فقہاء کے اختلاف کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ اس دور میں تمام حدیثیں یکجا نہیں تھیں اس لئے ممکن ہے کہ کسی فقیہ تک کوئی حدیث نہیں پہونچی اور اس نے اپنے اجتہاد سے کام لیا اور وہ اجتہاد حدیث کے مطابق نہ ہوا، مثلاً:

☆ اہل مدینہ نے حضرت ابن عباسؓ سے اس عورت کے بارے میں سوال کیا جو طواف فرض کے بعد حائضہ ہوگئی ہو وہ طواف وادع کے لئے پاک ہونے تک انتظار کرے یا طواف اس سے ساقط ہو جائے گا، اور اس کے لئے وہاں سے رخصت ہوجانا جائز ہو گا، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ وہ جاسکتی ہے، اہل مدینہ نے کہا ہم آپ کی اتباع کیسے کریں؟ حضرت زید بن ثابتؓ تو کہتے ہیں کہ عورت بغیر طواف واپس نہیں جاسکتی، اس پر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ آپ لوگ ام سلیمؓ سے دریافت کریں کہ مسئلہ وہی صحیح ہے جو میں نے بتایا ہے، چنانچہ ان حضرات نے مدینہ طیبہ پہنچ کر حضرت ام سلیمؓ سے واقعہ کی تحقیق کی اور پھر حضرت زید بن ثابت کی طرف رجوع کیا، حضرت زید بن ثابت کو روایت کی تحقیق نہیں تھی، انہوں نے تحقیق کے بعد اپنے سابقہ فتوی سے رجوع کر لیا[37]

☆ امام زہریؒ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ہندہؓ کو مستحاضہ کے بارے میں رسول اللہ

---

[36]- : عقد الجيد في أحكام الاجتهاد والتقليد ج 1 ص 20 المؤلف : أحمد بن عبد الرحيم الدهلوي الناشر : المطبعة السلفية – القاهرة ، 1385 تحقيق : محب الدين الخطيب عدد الأجزاء : 1

[37]- بخاری مع فتح الباری ، کتاب الحج باب اذا حاضت المرأة بعد ما افاضت ۲/۳۶۳

صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی رخصت کا علم نہیں تھا، وہ بہت روتی تھیں، اس لئے کہ وہ خود مستحاضہ تھیں اور نماز نہیں پڑھتی تھیں[38]

اختلاف کا تیسرا سبب، تعلیل وتوجیہ میں اختلاف

(۳) یا روایت تو پہنچی مگر اس کی تعلیل و توجیہ میں اختلاف ہوا اور فقہاء میں زیادہ تر اختلافات اسی بنیاد پر ہوئے، اس کی مثالیں عہد صحابہ اور عہد فقہاء میں بے شمار ہیں، مثلاً:

جنازہ کے لئے قیام کی توجیہ

☆ حضور صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے ثابت ہے کہ آپ ایک جنازہ کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے تھے، اس کی توجیہ میں اختلاف ہوا کہ حضور صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے قیام فرمانے کی علت کیا تھی؟ بعض نے کہا جنازہ کے ساتھ جانے والے ملائکہ کی تعظیم میں کھڑے ہوئے، بعض نے کہا موت کی ہولناکی کی یاد میں کھڑے ہوئے، ان دونوں توجیہات کے لحاظ سے حکم میں مومن و کافر کے درمیان فرق نہ ہو گا، اور ایک تیسری توجیہ یہ ہے کہ حضور صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم یہودی کا جنازہ دیکھ کر اس لئے کھڑے ہوگئے کہ وہ آپ کے سر مبارک کے اوپر سے نہ گذرے، اس توجیہ کا مطلب یہ ہے کہ یہ حکم کافر کے جنازہ کے ساتھ خاص ہے[39]

قلتین کی توجیہ

قلتین کی روایت ہے:

---

[38]- حجة الله البالغة ج 1 ص 300 الإمام أحمد المعروف بشاه ولي الله ابن عبد الرحيم الدهلوي تحقيق سيد سابق الناشر دار الكتب الحديثة – مكتبة المثنى مكان النشر القاهرة

[39]- حجة الله البالغة ج 1 ص 302 الإمام أحمد المعروف بشاه ولي الله ابن عبد الرحيم الدهلوي تحقيق سيد سابق الناشر دار الكتب الحديثة – مكتبة المثنى مكان النشر القاهرة

اذا کان الماء قلتین لم یحمل الخبث [40]

کہ پانی دو قلے ہو جائے تو نجاست نہیں اٹھاتا۔

اس حدیث کے مطابق امام شافعی کی رائے یہ ہے کہ دو قلہ پانی ماء کثیر ہے، حنفیہ دو قلہ پانی کو ماء کثیر نہیں مانتے، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ امام ابو حنیفہ کو شاید قلتین کی حدیث نہیں پہنچی، اسی لئے انہوں نے اپنے اجتہاد سے قلتین کو ماء کثیر ماننے سے انکار کیا، لیکن یہ صحیح نہیں ہے، امام ابو حنیفہؒ کے سامنے بھی یہ روایت تھی، مگر اس روایت کے معنوی اور متنی اضطراب کی بنا پر انہوں نے اس کو حجت نہیں کہا، نیز اس روایت کی توجیہ ان کے نزدیک وہ نہیں تھی جو امام شافعیؒ نے کی ہے، بلکہ اس کی توجیہ یہ کی (جو خود روایت کے الفاظ پر غور کرنے سے معلوم ہوتی ہے) کہ اس حدیث میں پانی سے مراد ارض حجاز کا مخصوص پانی ہے، جو مکہ اور مدینہ کے راستے میں بکثرت پایا جاتا تھا، یہ پہاڑی چشموں کا پانی تھا، جو اپنے معدن سے نکل کر نالیوں سے بہہ بہہ کر چھوٹے چھوٹے گڑھوں میں جمع ہو جاتا تھا اور اس کی مقدار عموماً قلتین سے زائد نہیں ہوتی، لیکن یہ پانی جاری ہوتا تھا، اس لئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ نجس نہیں ہوتا، اس کی تائید روایت کے ابتدائی الفاظ سے اور اس سوال سے ہوتی ہے جو آپ سے کیا گیا تھا:

سمعت رسول الله صلى الله عليه و سلم وهو يسأل عن الماء يكون في الفلاة من الأرض وما ينوبه من السباع والدواب ؟

اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں گھڑوں میں پائے جانے والے پانی کے بارے میں سوال نہیں ہوا تھا، بلکہ صحراؤں کے پانی کے بارے میں سوال کیا گیا تھا، اور قلتین سے تحدید

---

[40]- الجامع الصحيح سنن الترمذي ج 1 ص 97 حديث نمبر :67 المؤلف : محمد بن عيسى أبو عيسى الترمذي السلمي الناشر : دار إحياء التراث العربي – بيروت تحقيق : أحمد محمد شاكر وآخرون عدد الأجزاء : 5 الأحاديث مذيلة بأحكام الألباني عليها

مقصود نہیں ہے بلکہ بیان واقعہ ہے، یہ تشریح خود حضرت امام ابو حنیفہؒ نے اپنے شاگرد حضرت ابو یوسفؒ سے ارشاد فرمائی تھی۔

اذا کان الماء قلتین لم یحمل الخبث اذا کان جاریا [41]

رفع یدین کی توجیہ

نماز میں رفع یدین کا مسئلہ ہے، ترک اور رفع یدین دونوں طرح کی روایات ائمہ اربعہؒ کے پاس موجود ہیں، لیکن اختلاف اس میں ہے کہ مقدم ترک ہے یا رفع؟

حضرت عبد اللہ بن مسعود کا قول ہے

رفع رسول اللہ ﷺ فرفعنا و ترک فترکنا [42]

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے رفع فرمایا تو ہم نے رفع کیا اور آپ نے ترک کیا تو ہم نے بھی ترک کیا۔

احکام متعہ کی توجیہ

حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے خیبر کے سال متعہ کی اجازت دی، پھر اس سے روک دیا، پھر اوطاس کے موقعہ پر اجازت دی پھر اس سے منع فرمایا، اس کی توجیہ میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہوا، حضرت ابن عباسؓ کہتے تھے کہ رخصت ضرورت کی بنا پر تھی اور نہی عدم ضرورت کی بنا پر اور حکم علی حالہ باقی ہے۔ جمہور کہتے ہیں کہ رخصت اباحت تھی اور نہی سے وہ اباحت منسوخ ہو

41- معرفة السنن والآثارج 2 ص 100 المؤلف : أحمد بن الحسين بن علي بن موسى الخُسْرَوْجِردي الخراساني، أبو بكر البيهقي (المتوفى : 458هـ)* فيض البارى شرح صحيح البخارى ج 1 ص 381*درس ترمذى ، ۲۷۷/۱، مفتى تقى عثمانى

42- كفاية على الهداية ، ۲۷۱/۱

گئی[43]

اختلاف کا چوتھا سبب-ردو قبول کے معیار میں اختلاف

(۴) روایات کے ردو قبول کے معیار میں بھی فقہاء کے درمیان اختلاف ہوا، بعض فقہاء نے علو سند کو اہمیت دی تو بعض نے روایوں کے علم و فقہ کو، اس کا اندازہ امام ابو حنیفہؒ اور امام اوزاعیؒ کی اس گفتگو سے ہوتا ہے، جو مبسوط اور متعدد کتب فقہ و سیر میں مذکور ہے کہ امام ابو حنیفہؒ اور امام اوزاعیؒ کی ملاقات مسجد حرام میں ہوئی تو امام اوزاعی نے کہا: کیا بات ہے اہل عراق رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت اپنے ہاتھ نہیں اٹھاتے؟ جب کہ مجھ سے زہری نے سالم عن ابن عمر کی سند سے یہ حدیث بیان کی کہ حضور ﷺ ان دونوں وقتوں میں رفع یدین فرماتے تھے

امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا: مجھ سے حماد نے ابراہیم نخعی عن علقمہ عن عبد اللہ بن مسعود کی سند سے یہ حدیث روایت کی کہ نبی کریم ﷺ تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے، اس کے بعد پھر رفع یدین نہیں کرتے تھے، اس پر امام اوزاعی نے برہم ہو کر کہا، تعجب ہے ابو حنیفہ پر میں زہری عن سالم کی سند سے روایت کر رہا ہوں اور آپ مجھ سے حماد عن ابراہیم کی سند سے حدیث بیان کرتے ہیں، ان کا اشارہ روایت کے علو سند کی طرف تھا۔ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا حماد زہری سے زیادہ فقیہ تھے اور ابراہیم سالم سے بڑے فقیہ تھے، اور اگر ابن عمر کو صحبت حاصل نہ ہوتی تو میں کہتا کہ علقمہ ان سے بڑے فقیہ تھے، اور عبد اللہ تو عبد اللہ ہی ہیں۔ یعنی انہوں نے راویوں کی فقاہت اور دقت نظر کو وجہ ترجیح بنایا، اس پر اوزاعی خاموش ہو گئے[44]

---

[43]- حجة الله البالغة ج 1 ص 302 الإمام أحمد المعروف بشاه ولي الله ابن عبد الرحيم الدهلوي تحقيق سيد سابق الناشر دار الكتب الحديثة – مكتبة المثنى مكان النشر القاهرة

[44]- عینی شرح ہدایہ ، ۱/۶۶۸۔ مبسوط ۱/۱۴، مناقب موفق ۱/ ۱۳۱ از موفق بن احمد مکی ،فتح القدیر ۱/۲۷۰، اعلا السنن ، ۳/۵۹

پانچواں سبب–روایات کے جمع و تطبیق میں اختلاف

(۵) کبھی روایات کی جمع و تطبیق میں اختلاف ہوا، مثلاً۔

حضور اکرم ﷺ نے حالت استنجا میں استقبال قبلہ سے منع فرمایا، اور حضرت جابرؓ نے وفات نبوی سے ایک سال پیشتر حضور ﷺ کو قبلہ کی طرف رخ کر کے استنجاء کرتے ہوئے دیکھا، اور حضرت ابن عمرؓ نے حالت استنجاء میں حضور ﷺ کی پشت قبلہ کی طرف اور رخ شام کی طرف دیکھا۔ اب ان دونوں روایتوں کی جمع و تطبیق میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہوا، امام شعبیؒ اور کئی فقہاء نے کہا کہ ممانعت صحرا کے ساتھ خاص ہے، اس لئے آبادی یا بند مقام میں استقبال و استدبار میں مضائقہ نہیں، جب کہ امام ابو حنیفہؒ اور متعدد فقہاء کے نزدیک یہ حکم امتناع عام محکم ہے، اور حضور ﷺ کے عمل میں آپ کی خصوصیت کا احتمال ہے[45]

غرض مختلف اسباب تھے، جن کی بنا پر فقہاء کے درمیان اختلاف ہوا، اور مقصد صرف ایک تھا یعنی رضائے الٰہی کی جستجو اور حقیقت حکم تک رسائی، معاذ اللہ کوئی ہویٰ وہوس یا طلب جاہ یا طلب مال مقصود نہیں تھا، اور یہی اللہ کی مرضی تھی، اور رسول اللہ بھی اسی سے راضی تھے، اسی لئے توثیق و تعریف کے انداز میں آپ نے اس کی پیشن گوئی فرمائی:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کوئی حکم کتاب اللہ میں ہو تو اس پر عمل ضروری ہے، کوئی اس کو چھوڑنے پر معذور نہیں سمجھا جائے گا، اور اگر کوئی حکم قرآن کریم میں نہ ہو تو میری سنت ثابتہ پر عمل کرے، اگر میری سنت میں بھی نہ ہو تو اس بات پر عمل کرے جو میرے صحابہ فرمائیں، کیوں کہ میرے صحابہ آسمان میں ستاروں کے مانند ہیں، اس لئے جس کے

---

[45]- الإنصاف في بيان أسباب الاختلاف ج 1 ص 84 المؤلف : أحمد بن عبد الرحيم ولي الله الدهلوي الناشر : دار النفائس – بيروت الطبعة الثانية ، 1404تحقيق : عبد الفتاح أبو غدة عدد الأجزاء : 1

قول کو اختیار کروگے ہدایت پر رہوگے، اور میرے صحابہ کا اختلاف تمہارے لئے رحمت ہے[46]۔

اس لئے اختلاف کے بعد جو چیز امت کے سامنے آئی ہے، وہی شریعت اور ہدایت ہے ، ان کو ذاتی رائے قرار دینا جہالت اور اسلام کے حقیقی مزاج سے ناواقفیت کی علامت ہے، کیوں کہ اختلاف کی وجہ سے جو مختلف صورتیں اور راہیں پیدا ہوئی ہیں، وہ امت مسلمہ کے لئے باعث راحت ورحمت ہیں۔ اس لئے علماء وفقہاء کی عظیم اجتہادی کوششوں کو محض افراد کی ذاتی رائے کہہ کر نظر انداز کرنا اور اسلاف کو اپنا مقتدا و پیشوا بنانے کے بجائے اپنی خواہشات نفس کو اپنا امام بنالیا سخت ضلالت وگمراہی ہے۔

البتہ بعض ذہنوں مین یہاں یہ سوال ابھر سکتا ہے کہ اگر فقہاء کا یہ اختلاف مرضی الہی کے مطابق ہے تو اس اختلاف کی شرعی کیا حیثیت قرار پائے گی؟ کیا یہ اختلاف اختلاف حق وباطل ہے؟ یا اختلاف صواب وخطاء یا یہ کہ ہر پہلو حق وہدایت ہے؟

فروعی اختلاف کو مٹانے کی کبھی کوشش نہیں کی گئی

علماء کے یہاں یہ بحث آئی ہے، اور یہی وجہ ہے کہ کسی دور میں اس نظری اور فروعی اختلاف کو مٹانے کی کوشش نہیں کی گئی، بلکہ امت کو اپنے حال پر چھوڑ دیا گیا، ایک مرتبہ خلیفہ ہارون رشید عباسیؒ نے امام مالکؒ سے مشورہ کیا کہ میں "مؤطا" کو کعبہ شریف میں لٹکانا چاہتا ہوں اور لوگوں کو اس پر عمل کا پابند کرنا چاہتا ہوں، اس پر امام مالکؒ نے فرمایا:

امیر المومنین! ایسا نہ کریں، اس لئے کہ صحابہ کرام میں فروعی اختلاف رہا اور وہ پوری

---

[46]- جامع الأصول في أحاديث الرسول ج 8 ص 556 حديث نمبر :6369المؤلف : مجد الدين أبو السعادات المبارك بن محمد الجزري ابن الأثير (المتوفى : 606هـ)تحقيق : عبد القادر الأرنؤوط الناشر : مكتبة الحلواني – مطبعة الملاح – مكتبة دار البيان الطبعة : الأولى

مملکت اسلامی میں پھیل گئے ہیں، وہ سب کے سب صحیح راہ پر ہیں، (ابو نعیم فی الحلیۃ)

اسی مضمون کو خطیب بغدادی نے "کتاب الرواۃ" میں اس طرح نقل کیا ہے:

اے امیر المومنین! علماء کا اختلاف اس امت پر اللہ کی رحمت ہے، ہر ایک اس امر کی اتباع کرتا ہے، جو اس کے نزدیک رسول اللہ ﷺ سے صحیح طور پر ثابت ہوا ہے، سب کی نیت رضائے الٰہی ہے اور سب ہدایت پر ہیں۔

خلیفہ ہارون رشید سے پہلے خلیفہ منصور نے بھی ایسا ہی ارادہ کیا تھا، تو امام مالکؒ نے فرمایا کہ جن شہروں میں جو احکام پہنچ گئے ہیں، لوگوں کو ان پر ہی عمل کرنے دیں[47]

اس لئے آج ان فقہی اختلافات کو مٹانے اور ان کو ایک وحدت سے جوڑنے کی کوشش کرنا، یا فقہاء کی عظیم اجتہادی کوششوں کو محض افراد کی ذاتی رائے کہہ کر نظر انداز کرنا جہالت وضلالت کی بات ہے، ایسے لوگ جو سلف کو اپنا پیشوا نہیں بناتے وہ خواہشات نفس کو اپنا امام بنا لیتے ہیں۔

اختلاف فقہاء کی شرعی حیثیت

البتہ یہاں ایک سوال ضرور ابھرتا ہے کہ ان اختلافات کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ یہ اختلاف حق وباطل ہے؟ یا اختلاف صواب وخطاء یا یہ ہر پہلو حق وہدایت پر مبنی ہے؟

علماء کے یہاں یہ بحث بھی آئی ہے، قاضی بیضاویؒ نے "المنہاج" میں "قاضی عیاضؒ نے "شفاء" میں علامہ محمد بن یوسف صالحی دمشقیؒ نے تذکرہ النعمان میں اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے "عقد الجید" میں اس پر اچھی روشنی ڈالی ہے۔

اس پر تو تمام ہی علماء حق کا اتفاق ہے کہ فروعی مسائل میں مجتہدین کا اختلاف، اختلاف

47-تذكرة النعمان للدمشقی ، ٧٥٥

حق و باطل نہیں ہے، یعنی اس کا کوئی پہلو باطل نہیں ہے۔ اس لئے کہ احادیث میں اجتہادی خطا پر بھی اجر کا وعدہ کیا گیا ہے اور کوئی مبطل مستحق اجر نہیں ہو سکتا۔

دو نقطۂ نظر

البتہ علماء کے یہاں اس سلسلے میں بنیادی طور پر دو طرح کے خیالات پائے جاتے ہیں:

(۱) یہ اختلاف صواب و خطا ہے، یعنی اختلاف کی صورت میں ایک مجتہد صواب پر ہے اور دوسرا خطا پر۔

(۲) یہ اختلاف عزیمت و رخصت یا اختلاف افضل و غیر افضل ہے، یعنی ہر ایک حق پر ہے، صرف عزیمت و رخصت یا افضل و غیر افضل کا فرق ہے۔

صواب و خطا کا اختلاف

(۱) حضرت شاہ ولی اللہؒ نے لکھا ہے کہ پہلی رائے جمہور فقہاء کی ہے، اور ائمۂ اربعہ سے بھی یہی منقول ہے، ابن السمعانیؒ نے القواطع میں لکھا ہے کہ یہی امام شافعیؒ کا ظاہر مذہب ہے، المنہاج میں قاضی بیضاوی نے بھی اس کو امام شافعیؒ کا قول صحیح کہا ہے، اور اپنا میلان بھی اسی کی طرف ظاہر کیا ہے، لکھتے ہیں:

والمختار ما صح عن الشافعي أن في الحادثة حكما معينا عليه أمارة من وجدها أصاب ومن فقدها أخطأ ولم يأثم [48]

"لائق اختیار بات یہ ہے جو امام شافعی سے صحیح طور پر ثابت ہے کہ ہر واقعہ میں کوئی ایک معین حکم ہوتا ہے، جس کے لئے کوئی علامت موجود ہوتی ہے، جس

---

[48]- عقد الجيد في أحكام الاجتهاد والتقليد ص 6 المؤلف : أحمد بن عبد الرحيم الدهلوي الناشر : المطبعة السلفية – القاهرة ، 1385 تحقيق : محب الدين الخطيب عدد الأجزاء : 1

نے اس علامت کو پالیا وہ صواب تک پہنچ گیا اور جو نہ پہنچ سکا وہ خطا پر ہے، مگر گنہگار نہ ہو گا"

دیگر مصنفین نے بھی حضرت امام شافعیؒ کے حوالے سے یہی بات لکھی ہے:

⋆والذي نذهب إليه أن الله تعالى في كل واقعة حكما معينا عليه دليل ظني وأن المخطىء فيه معذور وأن القاضي لا ينقض قضاؤه هذا حاصل كلام المحصول وقال البيضاوي في المنهاج إنه الذي نص عليه الشافعي[49]

⋆الفصل الثاني: في حكم الاجتهادقال: "الفصل الثاني: في حكم الاجتهاد , واختُلف في تصويب المجتهدين،بناء على الخلاف في أن لكل صورة حكما معينا,وعليه دليل قطعي أو ظني، والمختار ما صح عن الشافعي رضي الله عنه أن في الحادثة حكما معينا عليه أمارة، ومن وجدها أصاب،و من فقدها أخطأ ولم يأثم [50]

البتہ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے امام شافعیؒ کے اس قول کی تفسیر قاضی بیضاویؒ سے مختلف کی ہے، کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ہر واقعہ میں کوئی ایک ہی مقررہ حکم ہے، جو صواب ہے، اور اس کے علاوہ خطا، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر واقعہ میں ایک قول اصول اور

---

[49]- التمهيد في تخريج الفروع على الأصول ج 1 ص 533 المؤلف : عبد الرحيم بن الحسن الأسنوي أبو محمد الناشر : مؤسسة الرسالة – بيروت الطبعة الأولى 1400تحقيق:دمحمد حسن هيتو عدد الأجزاء : 1

[50]- نهاية السول شرح منهاج الوصول ج 2 ص 317 تأليف: الإمام جمال الدين عبد الرحيم الإسنوي الناشر: دار الكتب العلمية –بيروت–لبنان الطبعة الأولى 1420هـ- 1999م

طرق اجتہاد کے زیادہ مطابق ہوتا ہے، جس پر دلائل اجتہاد سے کوئی ظاہری علامت موجود ہوتی ہے، جس نے ان اصول، طرق اجتہاد اور دلائل اجتہاد کی رعایت کی اس نے صحیح کیا، ورنہ غلطی کی، مگر گنہگار نہیں ہوگا، اس لئے کہ امام شافعیؒ نے "کتاب الام" کے اوائل میں تصریح کی ہے کہ عالم اگر عالم سے کہے کہ تم نے غلط کیا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تم نے علماء کے شایان شان راستہ اختیار نہیں کیا، اور اس پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے، اور بہت سی مثالوں سے اس کو واضح کیا ہے، یا ان کے قول کا مطلب یہ ہے کہ اگر مسئلہ میں خبر واحد موجود ہے تو جس نے حدیث پر عمل کیا وہ صواب پر ہے، اور جس نے (لا علمی میں) اس کے خلاف اجتہاد کیا وہ خطا پر ہے، کتاب الام میں اس پر مفصل گفتگو موجود ہے"۔

قُلْنَا مَعناه فِي كل حَادِثَة قَول هُوَ أوفق بالأصول وأقعد فِي طرق الإجتهاد وَعَلِيهِ أَمارَة ظَاهِرَة من دَلَائِل الإجتهاد من وجدهَا أصَاب وَمن فقدها فقد أَخطَأ وَلم يَأْثَم وَذَلِكَ لِأَنَّهُ نَص فِي أَوَائِل الْأُم بِأَن الْعَالم إِذاقَالَ للْعَالم أَخْطَأت فَمَعْنَاه أَخْطَأت المسلك السديد الَّذِي يَنْبَغِي للْعُلَمَاء أَن يسلكوه وَبسط ذَلِك وَمثله بأمثال كَثِيرَة أَو مَعْنَاهُ إِذا كَانَ فِي الْمَسْأَلَة خبر الْوَاحِد فقد أصَاب من وجده وَأَخْطَأَ من فَقده وَهَذَاأَيْضامَبْسُوط فِي الْأُم[51]

اس سے محسوس ہوتا ہے کہ گویا خود شاہ صاحب کو اس انتساب پر اطمینان نہیں ہے،

اور اس سے آگے تو ایک اور عجیب بات کہہ گئے ہیں، لکھتے ہیں:

والحق ان مانسب الى الائمۃالاربعۃ قول مخرج من بعض

---

[51]- عقد الجيد في أحكام الاجتهاد والتقليد ص 6 المؤلف : أحمد بن عبد الرحيم الدهلوي الناشر : المطبعة السلفية – القاهرة ، 1385 تحقيق : محب الدين الخطيب عدد الأجزاء : 1

تصریحاتہم ولیس نصاً منہم[52]

ترجمہ: حق بات یہ ہے کہ ائمہ اربعہ کی طرف اس کا انتساب ان کی بعض تصریحات سے ماخوذ ہے، صراحۃً ان سے ثابت نہیں ہے"

جب کہ دوسری طرف امام کردری نے صاحب "منخول" کے رد میں امام شافعیؒ کی طرف اس کے برعکس دوسری رائے منسوب کی ہے۔

ان المجتہدین القائلین بحکمین متساویین بمنزلۃ رسولین جاؤا بشریعتین مختلفتین و کلتاھما حق و صدق [53]

دو مجتہد جو دو مساوی حکم کے قائل ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے دو رسول دو مختلف شریعتیں لے کر آئے اور دونوں ہی برحق ہیں"

اختلاف کے دونوں جانب حق ہیں

(۲) دوسری رائے کے قائل امام ابو یوسفؒ، امام محمد بن حسن شیبانیؒ، قاضی ابو زید دبوسیؒ، قاضی ابو بکر باقلانیؒ، شیخ ابو الحسن اشعریؒ، قاضی میرؒ، قاضی ابو محمد الدارکیؒ، ابن شریحؒ اور مام شعبیؒ ہیں، اور جمہور متکلمین اشاعرہ و معتزلہ سے بھی یہی منقول ہے، علامہ مازریؒ کی رائے بھی یہی ہے اور اسی کو انہوں نے اکثر فقہاء، متکلمین اور ائمہ اربعہ کا مسلک بتایا ہے، وہ کہتے ہیں کہ مجتہدین کے دونوں رخوں میں حق ہے، کیوں کہ اگر دونوں حق پر نہ ہوتے تو اجر نہ ملتا، یہ حقیقی خطا نہیں، بلکہ افضلیت کی خطا ہے، حقیقی خطا جب ہے کہ قرآن و حدیث، اثر اور اجماع کے ہوتے ہوئے اجتہاد کرے اور اجتہاد ان کے خلاف ہو کہ یہ مقبول نہیں[54]

---

[52]- عقد الجيد في أحكام الاجتهاد والتقليد ص 6 المؤلف : أحمد بن عبد الرحيم الدهلوي الناشر : المطبعة السلفية – القاهرة ، 1385 تحقيق : محب الدين الخطيب عدد الأجزاء : 1

[53]- تذکرہ النعمان للدمشقی ۵۳

[54]- تذکرۃ النعمان ص۵۳

شفاء میں قاضی عیاضؒ کا رجحان بھی یہی معلوم ہوتا ہے، فرماتے ہیں:

”مجتہدین کی حقانیت ہی ہمارے نزدیک صحیح اور درست ہے اور شیخ سیوطیؒ نے اس کی شرح میں فرمایا کہ ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ ائمہ (ابو حنیفہؒ، مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ، سفیان ثوریؒ، سفیان بن عیینہؒ، اوزاعیؒ، اور ابن جریرؒ) اور دوسرے ائمہ اللہ کی طرف سے ہدایت یافتہ ہیں[55]

علامہ دمشقیؒ کی رائے بھی یہی ہے، قطب ربانی شیخ عبد الوہاب شعرانی کا نقطۂ نظر بھی یہی ہے، اپنی مشہور زمانہ کتاب میزان کبری میں لکھتے ہیں:

ان جميع الائمۃالمجتہدين دائرون مع ادلۃالشريعۃ حيث دارت وانهم كلهم منزهون عن القول بالرائ فی دين الله وما بقی لک عذرفی التقليد لای مذهب شئت من مذاهبهم فانها كلها طريق الی الجنۃ ... وانهم كلهم علی هدی من ربهم وانہ ماطعن احدفی قول من اقوالهم الابجهلہ بہ[56]

حضرت شاہ ولی اللہؒ بھی بنیادی طور پر اسی کے قائل نظر آتے ہیں:

فلا بدان يكوناحكمين لله تعالی احدهما افضل من لآخر كالعزيمۃ والرخصۃ[57]

ضروری ہے کہ دونوں حکم اللہ ہی کے ہوں ان میں ایک دوسرے سے افضل ہو، جیسے کہ عزیمت اور رخصت“

حضرت شاہ صاحبؒ نے اس مسئلہ کا بڑا بصیرت افروز تجزیہ پیش کیا ہے۔

55-تذكرة النعمان ص۵۳

56- ميزان كبرى ۵۵/۱

57- عقد الجيد في أحكام الاجتهاد والتقليد ص 6 المؤلف : أحمد بن عبد الرحيم الدهلوي الناشر : المطبعة السلفية – القاهرة ، 1385 تحقيق : محب الدين الخطيب عدد الأجزاء : 1

مسئلہ کا تجزیہ

یہاں وہ اجتہاد زیر بحث نہیں ہے جو صریح نص کے خلاف ہو، وہ تو بالیقین باطل ہے، اسی طرح وہ اختلاف بھی موضوع بحث نہیں، جس میں کسی ایک جانب قطعیت یا غلبۂ ظن کے ساتھ حق کا تعین ہوتا ہو، اور وہ اختلاف بھی داخل گفتگو نہیں، جس کے دونوں جانب عمل کرنے کی قطعی یا ظنی طور پر گنجائش ہو، جیسا کہ قرأت سبعہ، یا الفاظ دعا میں اختیار دیا گیا ہے۔

یہاں صرف وہ اختلاف زیر بحث ہے جو فروعی مسائل میں ہو، اور کسی کے پاس نص کی کوئی صراحت اس کے متعلق موجود نہ ہو۔

چار صورتیں

بنیادی طور پر اس کی چار صورتیں ممکن ہیں:

(۱) ایک مجتہد کے پاس حدیث موجود ہو اور دوسرے کو اس کا علم نہ ہو، اس صورت میں متعین طور پر ایک صواب پر ہے، اور دوسرا خطاء پر، لیکن یہ خطا چونکہ اختیاری نہیں ہے، اس لئے اس پر گناہ نہ ہوگا۔

(۲) ہر ایک پاس کچھ احادیث اور آثار موجود ہوں، جن کی تطبیق یا ترجیح میں ان کے درمیان اختلاف ہو، اور ہر ایک کا اجتہاد اسے الگ سمت میں لے جائے۔

(۳) احادیث و آثار متحد ہوں، لیکن ان کے الفاظ کی تفسیر، اصطلاحی تحدید، ارکان و شرائط کی تعریف، مناط کی تخریج، تحقیق اور تنقیح، اور جزئیات پر کلیات کے انطباق میں اختلاف ہو۔

(۴) اصولی مسائل میں اختلاف کی بنا پر فروعات میں اختلاف ہو۔

مؤخر الذکر تین صورتوں میں چونکہ ہر مجتہد کا مأخذ تقریباً ایک ہے، اس لئے ہر ایک کو

مصیب قرار دیا جائے گا، بس زیادہ سے زیادہ افضل و غیر افضل یا عزیمت و رخصت کا فرق ہو گا۔

حکم کا مدار تحری و اجتہاد پر ہے

کیونکہ ہر مجتہد نے اپنی ذمہ داری پوری کی، اور اپنی قوت اجتہاد اور نظر و فکر کو استعمال کر کے صحیح حکم تک پہونچنے کی کوشش کی، اور انسان اس سے زیادہ کا مکلف نہیں، اور اصل چیز یہی ہے کہ انسان شریعت کی مفوضہ ذمہ داریوں کی تکمیل کرے، اور ممکن حد تک اس میں کوئی کسر باقی نہ رکھے، ہاں اس میں کوتاہی کرنے والا خطاکار ہو گا۔

روایات سے توسع کا ثبوت

متعدد روایات و واقعات سے اس کی تائید ہوتی ہے، مثلاً:

(ا) جنگ بدر کے قیدیوں کے سلسلے میں حضرات صحابہ کرام کا اختلاف رائے ہوا، جس میں حضرت ابو بکرؓ کی رائے فدیہ لینے کی تھی، اور نبی کریم ﷺ نے اسی کو ترجیح بھی دی، جب کہ حضرت عمرؓ کی رائے قتل کرنے کی تھی، اللہ تعالیٰ نے دوسری رائے کو ترجیح دی، اور پہلی رائے کے بارے میں فرمایا:

لَوْلَا كِتَابٌ مِنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ* فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ[58]

ترجمہ: اگر اللہ کی تقدیر میں یہ تمہارا عمل نہ ہوتا تو فدیہ لینے پر عذاب عظیم نازل ہوتا اب جو تم نے غنیمت میں حاصل کیا ہے اس کو کھاؤ یہ حلال وطیب ہے اور اللہ سے ڈرو اور بلا شبہ اللہ پاک بخشنے والے مہربان ہیں۔

علامہ دمشقیؒ فرماتے ہیں کہ:

58۔ الانفال:٦٨

"معلوم ہوا کہ حکمت خداوندی فدیہ لیناہی تھا، اسی لئے فدیہ کو حلال وطیب فرمایا کہ جو تم نے غنیمت میں حاصل کیاہے اس کو کھاؤ یہ حلال وطیب ہے، البتہ قتل افضل تھااور فدیہ جائز، صحیح دونوں تھے، اسی طرح مذاہب میں جو ترجیح ہوتی ہے وہ اکثر افضل وغیر افضل کی ہوتی ہے[59]۔

فیصلۂ نبوی

(۲) امام شعبیؒ نے رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے نقل فرمایا کہ:

"آپؐ ایک فیصلہ دیتے تھے، اس کے بعد قرآن دوسرے فیصلہ کے ساتھ نازل ہوتا تھا ،تو آپ آئندہ قرآن کا فیصلہ نافذ فرماتے، لیکن اپنا پہلا فیصلہ باقی رکھتے تھے[60]۔

اختلاف صحابہ سے استدلال

(۳) حضرت عمر ابن الخطابؓ روایت کرتے ہیں:

أن عمرَ بنَ الخطاب قال : سمعتُ رسولَ الله –صلى الله عليه و سلم– يقول:«سألتُ رَبِّي عن اختلافِ أصحابي من بَعدي؟فأوحى إِليَّ:يا محمدُ،إِنَّ أصحابَكَ عندي بمنزلة النجوم في السماء، بعضُها أقوى من بعض ، ولكلّ نُور، فمن أخذ بشيء مما هم عليه من اختلافهم فهو عندي على هُدى».قال : وقال رسولُ الله –صلى

59– تذکرۃ النعمان ص ۵۲

60– تذکرۃ النعمان بحوالہ السیوطی ص ۵۳

الله عليه وسلم– : «أصحابي كالنجومِ ، فبأيِّهِم اقتديتم اهتديتم»[61]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے اپنے رب سے اپنے بعد صحابہ کے اختلاف کے بارے میں پوچھا، تو اللہ پاک نے مجھے وحی فرمائی کہ اے محمد! آپ کے صحابہ میرے نزدیک آسمان کے ستاروں کے مانند ہیں، بعض بعض سے زیادہ طاقتور ہے، ہر ایک کے پاس نور ہے، ان کے اختلاف میں سے کوئی شخص کچھ بھی حاصل کرلے گا وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہو گا۔۔۔

نیز فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے اصحاب ستاروں کے مانند ہیں، ان میں جس کی اقتدا کرو گے ہدایت یافتہ ہو جاؤ گے۔

شارح مشکوۃ ملا علی قاری رقم طراز ہیں:

قال الطيبي المراد به الاختلاف في الفروع لا في الأصول كما يدل عليه قوله فهو عندي على هدى قال السيد جمال الدين الظاهر أن مراده الاختلاف الذي في الدين من غير اختلاف للغرض الدنيوي[62]

"علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد فروع کا اختلاف ہے، اصول کا نہیں، جیسا کہ "فهو عندی علی هدی" سے ثابت ہوتا ہے، سید جمال الدین فرماتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ

61- جامع الأصول في أحاديث الرسول ج 8 ص 556 حديث نمبر : 6369 المؤلف : مجد الدين أبو السعادات المبارك بن محمد الجزري ابن الأثير (المتوفى : 606هـ)تحقيق : عبد القادر الأرنؤوط الناشر : مكتبة الحلواني – مطبعة الملاح – مكتبة دار البيان الطبعة : الأولى

62- مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح ج 17 ص 314 المؤلف : الملا علي القاري ، علي بن سلطان محمد (المتوفى : 1014هـ)المصدر : موقع المشكاة الإسلامية إعداد البرنامج وتركيبه : المفتي محمد عارف بالله القاسمي

حضور ﷺ کی مرادوہ اختلاف ہے جو فروع دین میں ہو اور دنیاوی اغراض و مقاصد کے لئے نہ ہو

علامہ سیوطیؒ اس حدیث سے نتیجہ اخذ کرتے ہیں:

و یستنبط منہ ان کل المجتھدین علی ھدی و کلھم علی حق فلا لوم علی احدمنھم و لاینسب الی احد منھم تخطئۃ لقولہ فایما اخذتم بہ اھتدیتم [63]

اس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ تمام مجتہدین حق وہدایت پر ہیں، اس لئے ان میں سے کسی پر ملامت نہیں کی جائے گی، اور نہ ان میں سے کسی کی طرف تغلیط کی نسبت کی جائے گی، اس لئے کہ ارشاد نبوی ہے، "ان میں سے جس کی بھی پیروی کروگے، ہدایت پا جاؤ گے"

بنو قریظہ میں عصر

(۴) حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے غزوۂ احزاب کے دن ارشاد فرمایا:

لا یصلین احد العصر الاّفی بنی قریظہ فادرک بعضھم العصر فی الطریق فقال بعضھم لا نصلی حتی ناتیھا و قال بعضھم بل نصلی لم یرد منا ذلک،فذکرذلک للنبی ﷺ فلم یعنف واحداً منھم [64]

ترجمہ: "کوئی شخص عصر کی نماز بنی قریظہ کے سوا کہیں نہ پڑھے، تو بعض لوگوں کو راستہ ہی میں عصر کی نماز کا وقت آ گیا، اس پر کچھ لوگوں نے کہا کہ ہم تو بنی قریظہ پہونچ کر ہی عصر کی نماز پڑھیں گے، اور کچھ نے کہا ہم یہیں نماز پڑھیں گے، حضور ﷺ کا مقصد یہ نہیں تھا، پھر جب حضور ﷺ کے سامنے اس کا ذکر آیا تو آپ نے کسی پر نکیر نہیں فرمائی۔

---

[63]- خلاصۃ التحقیق فی حکم التقلید و التلفیق ۔۷ ، الشیخ عبد الغنی النابلسی

[64]- بخاری شریف ، کتاب المغازی ،۵۹۰/۲۔۵۹۱

اگر یہ اختلاف مذموم ہوتا یا اس کا کوئی پہلو غلط ہوتا تو حضور ﷺ ضرور اس پر متنبہ فرماتے، سکوت نہ فرماتے"

فطر و قربانی میں توسع

(۵) ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا:

فطركم يوم تفطرون واضحاكم يوم تضحون[65]

ترجمہ: "تمہارا افطار اسی دن ہے جس دن تم افطار کرو، اور تمہاری قربانی اسی دن ہے جس دن تم قربانی کرو"

خطابی نے اس حدیث کی تشریح کی ہے۔

أَن الْخَطَأ مَوْضُوع عَن النَّاس فِيمَا كَانَ سَبيله الإجتهاد فَلَو أَن قوما اجتهدوا فَلم يرَوا الْهلَال إِلَّا بعد ثَلَاثِينَ فَلم يفطروا حَتَّى استوفوا الْعدَد ثمَّ ثَبت عِنْدهم أَن الشَّهْر كَانَ تسعاوَعشْرين فَإِن صومهم وفطرهم مَاض وَ لَا شَيْء عَلَيْهِم من وزر أَو عتب وَكَذَلِكَ فِي الْحَج إِذاأخطأوايَوْم عَرَفَة فَإِنَّهُ لَيْسَ عَلَيْهِم إِعَادَته ويجزئهم أضحاهم ذَلِك وَ إِنَّمَا هَذَا تَخْفِيف من الله سُبْحَانَهُ ورفق بعباده [66]

ترجمہ: "اجتہادی امور میں لوگوں کی خطا معفو عنہ ہے، اگر ایک قوم نے چاند دیکھنے کی کوشش کی اور چاند ان کو تیس تاریخ سے قبل نظر نہیں آیا، اور

---

[65]- سنن أبي داود ج 2ص 269 المؤلف : أبو داود سليمان بن الأشعث السجستاني الناشر : دار الكتاب العربي . بيروت عدد الأجزاء : 4

[66]- معالم السنن وهو شرح سنن أبي داود ج 2 ص 95 المؤلف : أبو سليمان أحمد بن محمد الخطابي البستي (288 هـ)الناشر : المطبعة العلمية – حلب الطبعة الأولى 1351 هـ – 1932 م يتوافق مع المطبوع صفحات فقط

انہوں نے افطار تیس کا عدد مکمل کرنے کے بعد کیا، پھر بعد میں یہ ثابت ہوا کہ مہینہ انیتس دن ہی کا تھا، تو انکا روزہ اور عید درست ہو گئے، اور ان پر کوئی گناہ اور عتاب نہیں ہے، یہی حکم حج کا بھی ہے، اگر عرفہ کے دن لوگوں سے غلطی ہو جائے تو ان پر اس کا اعادہ واجب نہیں ہے، اوران کی قربانی درست ہو گی، یہ اللہ کی جانب سے بندوں کے لئے تخفیف اور سہولت ہے"

جنابت میں تیمم کا مسئلہ

(٦) ایک سفر میں حضرت عمرو بن العاصؓ اور حضرت عمر فاروقؓ ساتھ تھے، جنابت کے مسئلے پر دونوں میں اختلاف رائے ہوا، حضرت عمرو بن العاص کی رائے یہ تھی کہ اگر جنبی کو ٹھنڈک سے نقصان پہنچنے کا خطرہ ہو، تو اس کے لئے تیمم کی گنجائش ہے، اس لئے کہ قرآن میں یہ ہدایت کی گئی ہے کہ:

لا تلقوا بايديكم الى التهلكة الآية[67]

ترجمہ: اپنے ہاتھ ہلاکت میں نہ ڈالو"

اور آیت کریمہ: او لامستم النساء" میں جنابت بھی داخل ہے

جب کہ حضرت عمر فاروقؓ کسی حال میں جنبی کے لئے جواز تیمم کے قائل نہ تھے، وہ "او لا مستم النساء" میں جنابت کو داخل نہیں مانتے تھے"۔۔۔ حضور ﷺ کے سامنے دونوں حضرات کا موقف آیا اور آپ نے کسی پر آیت کریمہ سے مذکورہ استنباط پر نکیر نہیں فرمائی[68]۔

---

[67]-البقرة : ١٩٥

[68]- الجامع الصحيح (رواه **البخارى فى ترجمة الباب**)ج 1 ص 130 المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي الناشر : دار ابن كثير ، اليمامة – بيروت الطبعة الثالثة ، 1407 – 1987 تحقيق : د. مصطفى ديب البغا أستاذ الحديث وعلومه في كلية الشريعة – جامعة دمشق*عقد الجيد في

(۷) نسائی نے حضرت طارق سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص کو جنابت پیش آئی اور اس کی وجہ سے اس نے نماز نہیں پڑھی، اس نے حضور ﷺ کے سامنے اس کا ذکر کیا، تو حضور ﷺ نے اس کی تصویب فرمائی، اس کے بعد حضور ﷺ کے سامنے ایک اور شخص حاضر ہوا اور اس نے اپنا قصہ عرض کیا کہ اسے جنابت پیش آئی تو اس نے تیمم کر کے نماز ادا کر لی، حضور ﷺ نے اس کی بھی تصویب فرمائی[69]

اس طرح کی گنجائشوں کی بہت سی مثالیں کتب حدیث میں ملتی ہیں، جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ فروعی اختلافات شریعت محمدیہ میں نہ صرف یہ کہ مذموم نہیں ہے بلکہ اس میں بڑی وسعت رکھی گئی ہے اور اس کے کسی جانب کی تغلیظ و تنکیر سے ہر ممکن احتراز کیا گیا ہے۔

قرآن و حدیث میں جزوی تفصیلات نہیں ہیں

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس امت کو جس خصوصی امتیاز سے نوازا گیا ہے وہ ہے قیاس و اجتہاد کی اجازت، قرآن و حدیث میں بالعموم مسائل و احکام سے صرف اصولی طور پر تعرض کیا گیا ہے، جزئیات و فروع سے بحث نہیں کی گئی، بلکہ ان کی تطبیق و تشریح امت کے اجتہاد و استنباط پر چھوڑ دی گئی، جب کہ بہت سے ایسے مسائل ہیں جن سے عہد نبوی میں بھی لوگ دوچار ہوتے تھے، مگر ان کے جواب میں بھی عموماً اصولی اور کلی انداز بیان اختیار کیا گیا اور جزئیات کو امت کے اجتہاد کے لئے چھوڑ دیا گیا، دراصل جزئیات کی تعیین سے مسئلہ محدود ہو جاتا ہے، اور لوگوں کے

أحكام الاجتهاد والتقليد ص 9 المؤلف : أحمد بن عبد الرحيم الدهلوي الناشر : المطبعة السلفية – القاهرة ، 1385 تحقيق : محب الدين الخطيب عدد الأجزاء : 1

[69]- المجتبى من السنن ج 1 ص 172 حديث نمبر:324المؤلف : أحمد بن شعيب أبو عبد الرحمن النسائي الناشر : مكتب المطبوعات الإسلامية – حلب الطبعة الثانية ، 1406 – 1986 تحقيق : عبدالفتاح أبو غدة عدد الأجزاء : 8 الأحاديث مذيلة بأحكام الألباني عليها

لئے ایک راہ عمل متعین ہو جاتی ہے، جب کہ اللہ نے اس دین کا عمومی مزاج توسع کا رکھا ہے، تنگی خدا کو پسند نہیں ہے، اسی لئے نبی کریم ﷺ دو باتوں میں سے عمداً ایسی بات کا انتخاب فرماتے تھے جس میں انسان کے لئے سہولت و یسر کا پہلو غالب ہوتا اور اپنے نمائندوں کو بھی ہمیشہ اس کی تلقین فرماتے کہ "تم کو اس لئے بھیجا گیا ہے کہ تم لوگوں کی مشکلات آسان کرو نہ اس لئے کہ ان کے لئے تنگیاں پیدا کرو"۔۔۔

صحابہ فروعی سوالات سے پرہیز کرتے تھے

صحابہ کرام اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے مزاج سے پوری طرح واقف تھے، یہی وجہ تھی کہ وہ حضور ﷺ سے خواہ مخواہ کے فروعی سوالات نہیں کرتے تھے، بلکہ حضور ﷺ اپنی طبیعت سے جتنی باتیں ارشاد فرمادیتے انہی پر وہ قناعت کرلیتے تھے، انہیں علم کی طلب ضرور تھی، وہ پیاس بھی رکھتے تھے، اسی لئے ان کی خواہش ہوتی تھی کہ کوئی دیہاتی مجلس نبوی میں حاضر ہو، اور سوالات کرے، تو نئی معلومات حاصل ہوں، لیکن خود سوالات کرنے کی ان میں ہمت نہیں تھی، وہ اس معاملہ میں کافی محتاط تھے اور سوائے ضروری باتوں کے وہ سوالات سے گریز کرتے تھے۔ قرآن نے ان کا ایک عمومی مزاج بنایا تھا:

يَا أَيُّهَاالَّذِينَ آمَنُوا لَاتَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ الآية[70]

"تم ان چیزوں کے بارے میں سوالات نہ کرو کہ اگر کھول کر بیان کر دی جائیں تو تم کو بُری معلوم ہو"

قرآن نے بنی اسرائیل کی وہ منفی تصویر بھی سامنے رکھی تھی جس میں انہوں نے ایک واقعۂ قتل کی تحقیق کے لئے بقرہ سے متعلق بہت سی ناخوشگوار جزئیات حضرت موسیٰؑ سے دریافت

---

[70] المائدة : ١٠١

کرنے کی کوشش کی تھی، اور جس کی ان کو سخت سزا ملی تھی[71]۔

☆اسی کا نتیجہ تھا کہ نماز جیسی اہم عبادت جس کو دین کا ستون قرار دیا گیا تھا، اور جس کو ہر روز پانچ مرتبہ کئی کئی رکعتیں ادا کرنی تھیں، لیکن صحابہؓ نے کبھی حضور ﷺ سے یہ دریافت نہیں کیا کہ اس میں فرائض کتنے ہیں، اور واجبات و مستحبات کتنے؟ اور کس عمل کے ترک سے نماز باطل ہوتی ہے؟ اور کس کے ترک سے فاسد؟ وہ صرف اس فرمان نبوی کے پابند تھے:

صلوا کما رأیتمونی اصلی[72]

"نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو"

☆یہی حال وضو، غسل، نماز، زکوۃ، روزہ، حج اور دیگر انواع خیر کا ہے، ان کے ارکان، شرائط و آداب بیان کئے گئے، مکروہات، مفسدات اور مباحات بھی مقرر کئے گئے، لیکن کسی بھی امر کی ساری تفصیلات و جزئیات ذکر نہیں کی گئیں، جن کو جامع مانع تعریف کا نام دیا جا سکے، جزئیات و تفصیلات کی تعیین و تطبیق امت کے اجتہاد پر چھوڑ دیا گیا، اگر کسی نے حضور ﷺ سے کسی جزئیہ کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے عموماً اس کو ایسا جواب دیا جو اصولی ہوتا، یا کلیات کی جانب راجع ہوتا، ایسے مسائل بہت تھوڑے ہیں، جن کی جزئیات و تفصیلات کچھ عارضی اسباب کی بنا پر آپ نے بیان فرمائیں، ورنہ حضور ﷺ کا طرز یہ نہیں تھا[73]

---

[71]- بقرة ٦٧ تا٧٣

[72]- السنن الكبرى وفي ذيله الجوهر النقي ج2 ص 298 المؤلف : أبو بكر أحمد بن الحسين بن علي البيهقي مؤلف الجوهر النقي: علاء الدين علي بن عثمان المارديني الشهير بابن التركماني المحقق :الناشر : مجلس دائرة المعارف النظامية الكائنة في الهند ببلدة حيدر آباد الطبعة : الطبعة : الأولى . 1344 هـ عدد الأجزاء : 10

[73]عقد الجيد في أحكام الاجتهاد والتقليد ص 10 المؤلف : أحمد بن عبد الرحيم الدهلوي الناشر : المطبعة السلفية – القاهرة ، 1385 تحقيق : محب الدين الخطيب

☆وضو کے لئے چار اعضاء کا دھونا ضروری قرار دیا گیا، لیکن دھونے کی کوئی ایسی جامع مانع تعریف نہیں بتائی گئی، جس سے معلوم ہو کہ "دلک" یعنی مل کر دھونا، پانی بہانا، دھونے کی حقیقت میں داخل ہے یا نہیں؟ پانی کی مطلق اور مقید کوئی تقسیم نہیں کی گئی، کنواں، تالاب اور نہر اور ندی کی جداگانہ تفصیلات بیان نہیں ہوئیں، جب کہ ایسا نہیں ہے کہ عہد نبوی میں لوگ ان چیزوں سے دوچار نہیں ہوتے تھے اور لوگوں کو ان مسائل کی ضرورت نہیں پڑتی تھی، کسی سائل نے "بئر بضاعۃ" کا مسئلہ پوچھ لیا اور کسی نے صحرا و بیابانوں کا کوئی حکم دریافت کیا (حدیث قلتین) تو ایسا جواب دیا جو اس کی فہم و فراست اور عرف و عادات کے موافق ہو اور تفصیلات سے سکوت فرما لیا۔۔ اسی لئے حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے تھے کہ "ماوجدنا فی امر الماء الاسعۃ" پانی کے مسئلے میں ہمیں کافی گنجائش ملتی ہے[74]

☆ایک عورت نے سوال کیا کہ اس کے کپڑے پر حیض کا خون لگ جاتا ہے، کیا کرے؟ تو جواب میں صرف یہ ارشاد ہوا:

حُتِّيهِ ثُمَّ اقْرُصِيهِ بِالْمَاءِ ثُمَّ رُشِّيهِ وَصَلِّي فِيهِ[75]

ترجمہ: کھرچو پھر پانی چھڑکو اور پھر اسی کپڑے میں نماز ادا کرو"

باقی اس سے متعلق دیگر تفصیلات سے آپ نے سکوت فرمایا۔

☆حالت نماز میں استقبال قبلہ کا حکم دیا گیا، لیکن قبلہ کی معرفت کا طریق کار کیا ہو،

---

[74] عقد الجيد في أحكام الاجتهاد والتقليد ص 10 المؤلف : أحمد بن عبد الرحيم الدهلوي الناشر : المطبعة السلفية – القاهرة ، 1385 تحقيق : محب الدين الخطيب

[75]- الجامع الصحيح سنن الترمذي ج 1 ص 254 حديث نمبر :138 المؤلف : محمد بن عيسى أبو عيسى الترمذي السلمي الناشر : دار إحياء التراث العربي – بيروت تحقيق : أحمد محمد شاكر وآخرون عدد الأجزاء : 5

اس کی تعیین نہیں فرمائی، جب کہ صحابہ بکثرت سفر کرتے تھے، اور ان کو اس کی ضرورت پیش آتی تھی، گویا اس کی معرفت کا مسئلہ تحری و اجتہاد کے حوالہ کر دیا گیا اور اسی لئے فقہاء کا اجماع ہے کہ کسی پر قبلہ مشتبہ ہو جائے تو اس پر تحری واجب ہے، اور اگر مختلف اشخاص کا مختلف سمتوں کی طرف رجحان ہو، اور ہر شخص اپنی تحری کے مطابق نماز پڑھے، تو سب کی نماز درست ہو گی، جب کہ فی الواقع قبلہ کسی ایک جانب ہی ہو گا۔

غرض اجتہاد اس امت کا خاصہ ہے، اور اس کا لازمی نتیجہ فروعی اختلاف ہے، اور روایات و واقعات بتاتے ہیں کہ اجتہادی اختلاف کی کسی صورت پر کوئی نکیر نہیں کی گئی، بلکہ اس میں ہمیشہ توسع کو راہ دی گئی، اس سے اندازہ ہوتا کہ اجتہادی مسائل میں حق کو دونوں جانب دائر رکھا گیا ہے، اور کسی جانب تغلیط کی نسبت پسندیدہ نہیں ہے، "جزیل المواہب" میں علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے لکھا ہے:

وقد وقع الاختلاف في الفروع بين الصحابة رضي الله تعالى عنهم وهم خير الأمة فما خاصم أحد منهم أحدا و لا عادى أحد أحدا ولا نسب أحد إلى أحدخطأو لاقصورا والسرالذي أشرت إليه قداستنبطته من حديث(أن اختلاف هذه الأمة رحمة لها وكان اختلاف الأمم السابقةعذابا و هلاكا) فعرف بذلك أن اختلاف المذاهب في هذه الملة خصيصة فاضلة لهذه الأمة و توسيع في هذه الشريعة السمحة، السهلة فكانت الأنبياء صلوات الله عليه يبعث أحدهم بشرع واحد و حكم واحد حتى أنه من ضيق شريعتهم لم يكن فيها تخيير في كثير من الفروع التي شرع فيها التخيير في شريعتنا كتحريم عدم القصاص في شريعة اليهود وتحتم الدية في شريعة النصارى و هذه الشريعة وقع فيها التخيير بين أمرين شرع كل منهما في ملة كالقصاص و الدية فكأنها جمعت بين

الشرعين معا وزادت حسنا بشرع ثالث وهو التخيير ، ومن ذلك مشروعية الاختلاف في الفروع فكانت المذاهب على اختلافها كشرائع متعددة كل مأمور به في هذه الشريعة فصارت هذه الشريعةكأنها عدة شرائع بعث النبي صلى الله عليه وسلم بجميعها[76]"

ترجمہ: فروع میں صحابہ کے درمیان اختلاف ہوا، حالانکہ وہ خیر امت تھے، مگر ان میں سے کسی نے کسی سے کوئی مخاصمت نہیں رکھی، اور نہ دشمنی قائم کی، نہ کسی نے کسی کی طرف قصور وخطا کی نسبت کی، اور اس میں راز وہی ہے، جس کی طرف میں نے اشارہ کیا کہ حدیث سے مستنبط ہوتا ہے کہ اس امت کا اختلاف اس کے لئے رحمت ہے، جب کہ گذشتہ امتوں کا اختلاف ان کے لئے عذاب اور ہلاکت تھا، اس سے معلوم ہوا کہ ملت اسلامیہ میں مذاہب کا اختلاف اس امت کا خصوصی امتیاز اور اس خوشگوار اور آسان شریعت کی توسیع ہے، پہلے انبیاء ورسل کو ایک شریعت اور ایک حکم کے ساتھ بھیجا جاتا تھا، یہاں تک کہ ان کی شریعتوں میں اتنی تنگی تھی کہ اکثر ان فروعات میں بھی کوئی تخییر نہیں ملتی، جن میں ہمارے یہاں تخییر ملتی ہے، مثلاً شریعت یہود میں قصاص نہ لینا حرام تھا۔ نصاری کی شریعت میں دیت ہی لازم تھی، جب کہ شریعت اسلامیہ میں دونوں کا اختیار ہے، اس طرح مختلف مذاہب فقیہہ مختلف شریعتوں کی طرح ہیں، اور یہ تمام مذاہب اس شریعت میں مامور بہ ہیں، گویا خود نبی کریم ﷺ ہی ان شریعتوں کو لے کر مبعوث ہوئے"۔

[76]- خلاصة التحقيق للشيخ عبد الغنى نابلسى ٨

فی الواقع علم الٰہی کے لحاظ سے اجتہادی اختلاف کا تجزیہ

البتہ اگر اجتہادات کا تجزیہ اس بنیاد پر کیا جائے کہ کیا فی الواقع بھی شارع کی یہی مراد ہے؟ کیا یہی علت شارع کی نگاہ میں بھی مدار حکم ہے؟ یا علم الٰہی میں اس کے سوا کوئی دوسرا معنی و علت مقصود ہے؟ اس لحاظ سے غیر متعین طور پر کسی ایک ہی کو مصیب مانا جا سکتا ہے، اس لئے کہ علم الٰہی میں کسی حکم کی کوئی ایک ہی بنیاد ہو سکتی ہے، فوائد و مصالح میں تعدد ممکن ہے، مگر علتوں میں نہیں، لیکن اگر اس نقطۂ نگاہ سے دیکھا جائے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو صراحۃ یا دلالۃً پابند کیا ہے کہ اگر نصوص یا ان کے مفاہیم میں اختلاف ہو جائے تو وہ اجتہاد اور حقیقت حق تک رسائی کی ممکنہ کوشش کے لئے مامور ہیں،۔۔۔ اس وقت اگر مجتہدین میں اختلاف ہوتا ہے تو چونکہ ہر ایک نے حضور ﷺ کا عہد پورا کیا ہے، اور حضور ﷺ کے بتائے ہوئے طریق پر اپنے فرائض کی تکمیل کی ہے، اس لئے ہر ایک صواب پر ہے، اور اس کے اجتہاد نے جو راستہ اس کو دکھایا ہے، اس کی اتباع اس پر واجب ہے، جیسا کہ اندھیری رات میں اشتباہ قبلہ کے وقت تحری میں اختلاف کی صورت میں ہر ایک کو اپنی تحری پر عمل کرنا واجب ہے، اس لئے کہ حکم اسی وقت واجب ہوتا ہے جب کہ وہ چیز پائی جائے جس پر وہ معلق ہے، اشتباہ قبلہ کے وقت ادائے صلوۃ کا حکم تحری پر معلق ہے، اس لئے تحری کے مطابق نماز کی ادائیگی واجب ہے۔۔۔۔ نابالغ بچے کی تکلیف بلوغ پر معلق ہے اس لئے بلوغ کے وقت اس کی تکلیف واجب ہو گی، اسی طرح اختلاف نصوص، اختلاف معانی یا نص کی عدم موجودگی کی صورتوں میں حکم اجتہاد و استنباط پر معلق ہے، اس لئے اجتہاد کے مطابق حکم واجب ہو گا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اس اہم نکتہ کی طرف ان الفاظ میں اشارہ فرمایا:

وَإِذا كَانَ الْأَمر على ذَلِك فَفِي كل اجْتِهَاد مقامان أَحدهمَا أَن صَاحب الشَّرْع هَل أَرَادَ بِكَلَامِهِ هَذَا الْمَعْنى أَو غَيره

وَهل نصب هَذِه الْعلَّة مدارا فِي نَفسه حِين مَا تكلم بالحكم الْمَنْصُوص عَلَيْهِ أَو لَا فَإِن كَانَ التصويب بِالنّظرِ إِلَى هَذَا الْمقَام فأحد الْمُجْتَهدين لَا لعَينه مُصِيب دون الآخر وَثَانِيهمَا أَن من جملَة أَحْكَام الشَّرْع أَنه صلى الله عَلَيْهِ وَسلم عهد إِلَى أمته صَرِيحًا أَو دلَالَة أَنه مَتى اخْتلف عَلَيْهِم نصوصه أَو اخْتلف عَلَيْهِم مَعَاني نَص من نصوصه فهم مأمورون بِالِاجْتِهَادِ واستفراغ الطَّاقَة فِي معرفَة مَا هُوَ الْحق من ذَلِك فَإِذا تعين عِنْد مُجْتَهد شَيْء من ذَلِك وَجب عَلَيْهِ اتِّبَاعه كَمَا عهد إِلَيْهِم أَنه مَتى اشْتبهَ عَلَيْهِم الْقبْلَة فِي اللَّيْلَة الظلماء يجب عَلَيْهِم أَن يتحروا ويصلوا إِلَى جِهَة وَقع تحريهم عَلَيْهَا فَهَذَا حكم علقه الشَّرْع بِوُجُود التَّحَرِّي كَمَا علق وجوب الصَّلَاة بِالْوَقْتِ وكما علق تَكْلِيف الصَّبِي بِبُلُوغِهِ[77]

عامی کے لئے مجتہد کی تقلید واجب ہے

یہیں سے یہ عقدہ بھی حل ہو جاتا ہے کہ اجتہادی مسائل میں اہل اجتہاد کے لئے ان کا اجتہاد حجت ہے اور ان پر اس کے مطابق عمل کرنا لازم ہے، لیکن وہ عامی جو کتاب و سنت نہیں جانتا اور نہ اس میں نصوص کے تتبع اور ان کے فہم و استنباط کی صلاحیت ہے، اس کے لئے کیا راہ عمل ہو گی؟

آیات سے استدلال

ایسے اشخاص کے لئے خود قرآن نے ایک محفوظ راہ عمل متعین کر دی ہے:

سورۂ انبیاء میں ارشاد ہے:

---

[77] عقد الجيد في أحكام الاجتهاد والتقليد ص 10 المؤلف : أحمد بن عبد الرحيم الدهلوي الناشر : المطبعة السلفية – القاهرة ، 1385 تحقيق : محب الدين الخطيب

فاسئلو اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون (۷)

”اگر تم نہیں جانتے تو جاننے والے سے پوچھو“

یہ آیت شان نزول کے اعتبار سے اگرچہ اہل کتاب کے بارے میں ہے، لیکن تفسیر کے عام ضابطہ کے مطابق اعتبار عموم الفاظ کا ہوتا ہے۔

(۲) سورۂ نساء میں ارشاد ہے:

”يَا أَيُّهَاالَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ(۵۹)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اولی الامر کی“

ظاہر ہے کہ اولی الامر کی اطاعت کا حکم انہی لوگوں کے لئے ہے جو اولی الامر نہیں ہیں، اولو الامر کے بارے میں مفسرین کی ایک بڑی جماعت یہ کہتی ہے کہ اس سے مراد علماء مجتہدین ہیں، حضرت عبد اللہ بن عباسؓ، حضرت جابر بن عبد اللہؓ، حضرت حسن بصریؒ، حضرت عطاء ابن ابی رباحؒ، حضرت عطاء بن ابی السائبؒ اور حضرت ابو العالیہؒ سے یہی تفسیر منقول ہے (ابن جریر)، امام رازی نے تفسیر کبیر میں اسی کو راجح قرار دیا ہے[78]۔

(۳) سورہ نساء ہی میں ارشاد ہے:

”وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنبِطُونَهُ مِنْهُمْ“(۸۳)

---

[78]- تفسير الفخر الرازي ، المشتهر بالتفسير الكبير و مفاتيح الغيب ج 5 ص 249المؤلف : أبو عبد الله محمد بن عمر بن الحسن بن الحسين التيمي الرازي الملقب بفخر الدين الرازي خطيب الري (المتوفى : 606هـ)

"اور جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی بات آتی ہے تو اس کو پھیلاتے ہیں، اگر وہ اپنے رسول اور اولی الامر کی طرف مراجعت کرتے تو وہ لوگ جانتے جن میں استنباط کی صلاحیت ہے۔

یہ آیت بھی اگرچہ خاص واقعہ سے متعلق ہے، لیکن عموم الفاظ کے اعتبار سے یہاں اہل علم کی طرف مراجعت کا ثبوت ملتا ہے، چنانچہ امام رازیؒ نے تفسیر کبیر میں اور امام ابو بکر جصاص میں نے احکام القرآن میں اس سے تقلید کی مشروعیت پر استدلال کیا ہے[79] ۔

روایات سے استدلال

احادیث میں بھی عام لوگوں کے لئے اہل علم کی طرف مراجعت کا حکم موجود ہے، صحابہ اور خلفائے راشدین کی تقلید و اتباع کے بارے میں آپ نے بارہا توجہ دلائی، کبھی فرمایا:

* **عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ مِنْ بَعْدِي وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ[80]**

"تم پر میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کی پیروی لازم ہے، ان کو دانتوں سے پکڑو"

---

[79]- تفسير الفخر الرازي ، المشتهر بالتفسير الكبير و مفاتيح الغيب ج 5 ص 303المؤلف : أبو عبد الله محمد بن عمر بن الحسن بن الحسين التيمي الرازي الملقب بفخر الدين الرازي خطيب الري (المتوفى : 606هـ)* أحكام القرآن ج 2 ص 271 المؤلف : أحمد بن علي أبو بكر الرازي الجصاص الحنفي (المتوفى :370هـ)المحقق : عبد السلام محمد علي شاهين الناشر : دار الكتب العلمية بيروت – لبنان الطبعة : الطبعة الأولى، 1415هـ/1994م

[80]- شرح مشكل الآثارج 3 ص 223 حديث نمبر :1186 المؤلف : أبو جعفر أحمد بن محمد بن سلامة بن عبد الملك بن سلمة الأزدي الحجري المصري المعروف بالطحاوي (المتوفى : 321هـ) تحقيق : شعيب الأرنؤوط الناشر : مؤسسة الرسالة الطبعة : الأولى – 1415 هـ ، 1494 م

کبھی فرمایا:

*ما انا علیہ و اصحابی[81]

میرے اور میرے صحابہ کی راہ (راہ ہدایت ہے)

اور کبھی شخصی تعین کے ساتھ اتباع کا حکم فرمایا:

* انی لا ادری ما بقائی فیکم فاقتدوابالذی من بعدی ابی بکرو عمر رضی اللہ عنہما [82]

مجھے نہیں معلوم میں کتنے دن تمہارے اندر رہوں گا، اس لئے میرے بعد ابو بکر و عمر کی اقتدا کرو۔

☆ صحیح بخاری میں ہے کہ بعض صحابہ جماعت میں دیر سے آنے لگے تھے، تو آپ نے ان کو جلدی آنے اور اگلی صفوں میں نماز پڑھنے کی تاکید فرمائی اور یہ ارشاد فرمایا:

ائتموا بی و لیأتم بکم من بعد کم [83]

"تم میری اقتدا کرو اور بعد والے تمہاری اقتدا کریں"

اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ اگلی صفوں کے لوگ آپ کو دیکھ کر آپ کی اقتدا کریں، لیکن اس کا ایک دوسرا مطلب یہ بھی ہے کہ صحابہ کرام آنحضرت کی نماز کو اچھی طرح دیکھ لیں، کیوں کہ آنے والی نسلیں صحابہ کی تقلید و اتباع کریں گی۔

☆ ابو داؤد اور ترمذی وغیرہ میں مشہور واقعہ ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت معاذ بن

---

[81]- الجامع الصحيح سنن الترمذي ج 5 ص 26 حديث نمبر: 2641 المؤلف : محمد بن عيسى أبو عيسى الترمذي السلمي الناشر : دار إحياء التراث العربي – بيروت تحقيق : أحمد محمد شاكر وآخرون عدد الأجزاء : 5

[82]- رواہ الترمذی، وابن ماجہ واحمد (مشکوۃ مع المرقات ۵/۵۴۹) باب مناقب ابی بکر و عمر۔

[83]- بخاری کتاب الصلوۃ، ۱/۹۹

جبلؓ کو یمن بھیجا اور ان کو مآخذ شریعت کی ہدایت فرمائی، اس واقعہ میں حضرت معاذؓ اہل یمن کے لئے محض گورنر بن کر نہیں گئے تھے قاضی و مفتی بھی بن کر گئے تھے، لہذا اہل یمن کے لئے ان کی تقلید کے سوا کوئی راستہ نہیں تھا، چنانچہ اہل یمن انہیں کی تقلید کرتے تھے، بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ حضرت معاذؓ گورنر تھے، مفتی نہیں تھے، لیکن یہ خیال بالکل غلط ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت اسود بن زیدؓ کی روایت ہے:

اتانا معاذ بن جبل باليمن معلماً او امير ا فسألناه عن رجل توفي و ترك ابنته و اخته فاعطى الابنة النصف و الاخت النصف'[84]

ترجمہ: ہمارے پاس معاذ بن جبل معلم اور امیر بن کر آئے، تو ہم نے ان سے مسئلہ دریافت کیا کہ ایک شخص کا انتقال ہو گیا اور اس نے اپنے ورثہ میں ایک بیٹی اور ایک بہن کو چھوڑا، تو حضرت معاذؓ نے بیٹی کو نصف اور بہن کو نصف حصہ دیا''

اس سے صاف واضح ہے کہ وہ بحیثیت مفتی کے فتوی دیتے تھے اور زیر بحث مسئلے میں انہوں نے اپنے فتوی کی کوئی دلیل بھی بیان نہیں فرمائی، اور اہل یمن نے اس کو محض ان کی اتباع میں قبول کر لیا۔

عہد صحابہ کے واقعات سے استدلال

عہد صحابہ میں بھی تقلید و اتباع کا ثبوت ملتا ہے۔

ا۔ مؤطا امام مالک میں روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت طلحہؓ کو حالت احرام میں رنگین کپڑا پہنے ہوئے دیکھا، تو ان پر اعتراض کیا، انہوں نے جواب دیا کہ اس رنگ میں خوشبو

84- بخاری شریف کتاب الفرائض باب میراث البنات، ۹۷/۲

نہیں ہے، اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا:

انکم ایھا الرھط ائمۃ یقتدی بکم الناس فلو ان رجلاً جاھلاً رائ ھذا الثوب لقال ان طلحۃ بن عبد اللہ قد کان یلبس الثیاب المصبغۃ فی الاحرام فلا تلبسوا ایھا الرھط شئیا من ھذہ الثیاب المصبغۃ [85]

ترجمہ: آپ حضرات لوگوں کے مقتدا اور پیشوا ہیں، اگر کوئی جاہل شخص اس کپڑے کو دیکھ لے تو کہے گا کہ طلحہ بن عبد اللہ احرام کی حالت میں رنگین کپڑے پہنتے تھے، اس لئے آپ حضرات اس طرح کا کوئی رنگین کپڑا استعمال نہ فرمائیں۔

اس میں شخصی اور غیر شخصی دونوں طرح کی تقلید شامل ہے۔

اہل مدینہ کی تقلید شخصی

۲۔ صحیح بخاری میں حضرت عکرمہؓ سے روایت ہے:

کہ اہل مدینہ نے حضرت ابن عباسؓ سے اس عورت کا مسئلہ دریافت کیا جس کو طواف کے بعد حیض آجائے، حضرت ابن عباسؓ نے جواب دیا، وہ جا سکتی ہے، اس پر اہل مدینہ نے کہا ہم حضرت زید کا قول چھوڑ کر آپ کا قول اختیار نہیں کر سکتے [86]

مسند ابو داؤد طیالسی میں اہل مدینہ کے یہ الفاظ منقول ہیں:

لاننتا بعک یا ابن عباس و انت تخالف زیداً [87]

85۔ مسند احمد ۱ / ۱۹۲، احادیث عبد الرحمن بن عوف

86۔ فتح الباری ۳ / ۴۶۸ عمدۃ القاری، ۴ / ۷۷

87۔ مسند ابو داؤد طیالسی ۳۲۹، ولیات ام سلیمؓ

حضرت ابو موسی اشعریؓ نے تقلید کی تلقین کی

۳۔ صحیح بخاری میں حضرت ہذیل بن شرحبیلؒ سے مروی ہے کہ حضرت ابو موسی اشعریؓ سے کچھ لوگوں نے ایک مسئلہ دریافت کیا، انہوں نے جواب تو دے دیا مگر ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے بھی پوچھ لینا، چنانچہ وہ لوگ حضرت ابن مسعودؓ کے پاس گئے، اور حضرت ابو موسی اشعریؓ کی رائے بھی ذکر کر دی، حضرت ابن مسعودؓ نے جو فتوی دیا وہ فتوی حضرت ابو موسیؓ کے فتوی کے خلاف تھا، لوگوں نے حضرت ابو موسیؓ سے حضرت ابن مسعودؓ کے فتوی کا ذکر کیا، تو انہوں نے فرمایا:

''لاتسئلونی مادام ھذا الحبر فیکم ''

''جب تک حضرت ابن مسعودؓ جیسی شخصیت تمہارے درمیان موجود ہے، مجھ سے کچھ نہ پوچھا کرو''[88]

سارے لوگ مذہب خلیفہ کے پیروکار

۴۔ ازالۃ الخفاء میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رقمطراز ہیں:

''وفی الجملہ طریق مشاورت در مسائل اجتہادیہ وتتبع احادیث از مظان آں کشادہ شد، معہذا بعد عزم خلیفہ بر چیزے مجال مخالفت نبود وبدون استطلاع رائے خلیفہ کارے را مصمم نمے ساختند لہذا دریں عصر اختلاف مذہب وتشتت آراء واقع نہ شد، ہمہ بریک مذہب متفق وبریک راہ مجتمع وآں مذہب خلیفہ ورائے آں بود، روایت حدیث وفتوی وقضاء ومواعظ

88۔ صحیح بخاری کتاب الفرائض، باب المیراث ۲/۹۹۷

مقصور بود در خلیفہ[89]

ترجمہ: فی الجملہ اجتہادی مسائل اور احادیث کے تتبع میں مشاورت کا راستہ کھلا تھا، اس کے باجود کسی چیز کے متعلق خلیفۃ المسلمین کے فیصلہ کے بعد کسی کو مخالفت کی مجال نہ تھی، اور خلیفہ کی رائے کے بغیر کسی کام کا حتمی فیصلہ نہیں ہو سکتا تھا، اسی لئے اس دور میں مذاہب و آراء کا اختلاف وقوع پذیر نہ ہوا تھا، سارے لوگ ایک ہی مذہب پر متفق اور ایک ہی راہ پر مجتمع تھے اور وہ تھا خلیفہ کا مذہب اور اس کی رائے، روایت حدیث، فتوی اور قضاء اور وعظ و نصیحت سب کچھ خلیفہ کے لئے خاص تھا"۔

شاہ صاحب کی عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ عہد صحابہ میں ایک ایسا دور بھی آیا تھا، جب کہ سارے لوگ بشمول صحابہ شخصی طور پر خلیفہ کے مقلد و پیرو کار تھے اور ان کی موجودگی میں کسی دوسرے مذہب ورائے کی گنجائش نہ تھی۔

حضرت عمرو بن میمونؒ کی تعلیم

۵- ابوداؤد میں حضرت عمرو بن میمونؒ کی روایت ہے، فرماتے ہیں:

قدم علینا معاذ بالیمن رسول رسول اللہ------ ۔ فا لقیت محبتی علیہ فما فارقتہ حتی دفنتہ بالشام میتا ثم نظرت الی افقہ الناس بعدہ فاتیت ابن مسعود فلزمتہ حتی مات الحدیث[90]

89- ازالۃ الخفاء مقصد دوم، احسن الفتاویٰ ۱/ ۴۱۵

90- سنن أبي داودج 1 ص 165 حديث نمبر :432 المؤلف : أبو داود سليمان بن الأشعث السجستاني الناشر : دار الكتاب العربي . بيروت

"جب معاذ بن جبل یمن میں رسول اللہ ﷺ کے نمائندہ بن کر تشریف لائے تو میں نے ان سے محبت کی اور اس وقت تک جدا نہیں ہوا، جب تک کہ ان کو شام میں دفن نہ کر لیا، اس کے بعد میں نے دیکھا کہ اب سب سے بڑے فقیہ کون ہیں؟ تو حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے پاس آیا اور ان کی خدمت میں ان کی وفات تک رہا۔

حضرت ابن مسعودؓ نے تقلید کی تلقین فرمائی

(۶) حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ فرماتے تھے:

من کان منکم متأسیا فلیتأس باصحاب محمد صلی اللہ علیہ سلم فانہم کانوابرّ ھذہ الامۃ قلوباً و اعمقہا علماً واقلہا تکلفاً و اقومہا ھدیاً و احسنہا حالأًقوماًاختارھم اللہ لصحبۃ نبیہ و اقامۃدینہ فاعرفوالہم فضلہم واتبعوا فی آثارھم فانہم کانو علی الھدی المستقیم [91]

ترجمہ: "جس کو اقتدا کرنی ہو وہ حضور اکرم ﷺ کے صحابہ کی اقتدا کرے اس لئے کہ وہ اس امت میں سب سے زیادہ نیک دل، گہرے علم والے، سب سے کم تکلف والے، مضبوط سیرت و کردار اور اچھے حالات کے حامل تھے، خدا تعالی نے ان کا انتخاب اپنے نبی ﷺ کی صحبت اور اقامت دین کے لئے فرمایا تھا اس لئے ان کی قدر و منزلت پہچانو اور ان کے نقوش قدم کی اتباع کرو، اس لئے کہ وہ حق و ہدایت اور سیدھے راستے پر تھے"

---

[91]- مشکوۃ شریف ۳۲۷/۱

عقلی استدلال

اور عقلی طور پر بھی یہ بات سمجھ میں آتی ہے اس لئے کہ شریعت کے عرفان کے دو ہی ذرائع ہیں، نقل یا استنباط، نقل کے لئے ہر طبقہ کا ماقبل کے طبقات سے اتصال ضروری ہے، یعنی ہر بعد والا اپنے قبل والے سے دین حاصل کرتا ہے، اسی طرح استنباط کے لئے متقدمین کے مذاہب کا علم ضروری ہے تاکہ خرق اجماع نہ ہو، غرض دونوں صورتوں میں ان لوگوں پر اعتماد ضروری ہے، جو متقدم اور ماہر فن ہوں، دنیا کے ہر پیشہ کا حال یہی ہے کہ ماہر فن سے سیکھا جاتا ہے، اس لئے جو شخص دین اور علم دین میں مہارت نہیں رکھتا اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان لوگوں پر اعتماد کرے جن کو دین اور علم دین میں مہارت حاصل ہے، اسی لئے علماء نے ان لوگوں کے لئے جو اجتہاد کی اہلیت نہ رکھتے ہوں تقلید کو واجب قرار دیا ہے، علامہ آمدیؒ کہتے ہیں:

العامی و من لیس لہ اھلیتہ الاجتہاد وان کان محصلاً لبعض العلوم المعتبرۃ فی الاجتہاد و یلزمہ اتباع قول المجتہدین والآخذ بفتواہ عندا لمحققین من الاصولیین [92]

علامہ ابن ہمامؒ کا بیان ہے:

غیر المجتہد المطلق یلزمہ عند الجمہور التقلید [93]

’’جمہور کے نزدیک غیر مجتہد مطلق کے لئے تقلید لازم ہے ‘‘۔

ایک وضاحت

بعض حضرات نے تقلید سے انکار کیا ہے، بلکہ بعض نے تو اس کو ایک درجہ کا شرک قرار دیا ہے، اس سلسلے میں ابن حزمؒ، ابن قیمؒ اور عزالدین بن عبدالسلامؒ کا خاص طور پر ذکر کیا

92- الاحکام للآمدی ۴/ ۳۳۴

93- تیسیرا التحریر ۲۶۴/۴

جاتا ہے، مگر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے ان حضرات کی عبارتیں نقل کر کے ان کا محمل یہ متعین فرمایا ہے کہ تقلید ان لوگوں کے لئے حرام ہے جن میں اجتہاد کی صلاحیت ہو، مجتہد مطلق کے لئے تو تقلید کا سوال ہی نہیں ہوتا، لیکن جس میں اجتہاد کی اس درجہ صلاحیت تو نہ ہو لیکن علوم ضروریہ میں مہارت کے نتیجے میں جزوی طور پر بعض مسائل پر نظر رکھتا ہو تو وہ اگر کسی مسئلہ میں اپنی تحقیق کی بناء پر کسی خاص رائے کو خلاف حدیث پاتا ہو تو اس کے لئے اس مسئلے میں اس رائے کی تقلید جائز نہ ہو گی، شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

إِنَّمَا يتم فِيمَن لَهُ ضرب من الِاجْتِهَاد وَلَو فِي مَسْأَلَة وَاحِدَة وفيمن ظهر عَلَيْهِ ظهورا بَينا أَن النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم أَمر بِكَذَا أَو نهى عَن كَذَا وَأَنه لَيْسَ بمنسوخ إِمَّا بِأَن يتتبع الْأَحَادِيث وأقوال الْمُخَالف و الموافق فِي الْمَسْئلَة فَلَا يجد لَهَا نسخا أَو بِأَن يرى جما غفيرا من المتبحرين فِي الْعلم يذهبون إِلَيْهِ وَ يرى الْمُخَالف لَهُ لَا يحْتَج إِلَّا بِقِيَاس أَو استنباط أَو نَحْو ذَلِك فَحِينَئِذٍ لَا سَبَب لمُخَالفَة حَدِيث النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم إِلَّا بنفاق خَفِي أَو حمق جلي وَهَذَا هُوَ الَّذِي أَشَارَ إِلَيْهِ الشَّيْخ عز الدّين بن عبد السَّلَام حَيْثُ قَالَ وَمن الْعجب العجيب أَن الْفُقَهَاء المقلدين يقف أحدهم على ضعف مَأْخَذ إِمَامه بِحَيْثُ لَا يجد لضَعْفه مدفعا وَهُوَ مَعَ ذَلِك يقلده فِيهِ وَيتْرك من شهدالْكتاب وَ السّنة والأقيسة الصَّحِيحَة لمذهبهم جمودا على تَقْلِيد إِمَامه[94]

---

[94]-عقد الجيد في أحكام الاجتهاد والتقليد ص 15 المؤلف : أحمد بن عبد الرحيم الدهلوي الناشر : المطبعة السلفية – القاهرة ، 1385 تحقيق : محب الدين الخطيب

تقلید بحیثیت شارح

پھر ائمہ مجتہدین کی تقلید کو شرک کہنے کی کوئی وجہ نہیں، اس لئے کہ قرآن کریم میں مذمت اس تقلید کی آئی ہے جو بحیثیت شارع کے ہو، اسی طرح جو جہالت کے باوجود تقلید آباء کے زمرے میں آتی ہو، جب کہ یہاں جو تقلید و اتباع زیر بحث ہے اس میں مجتہدین کی حیثت شارع کی نہیں بلکہ محض شارح کی ہوتی ہے، اور ہر شخص کے اندر چونکہ اتنی صلاحیت نہیں ہوتی کہ قرآن وحدیث سے مسائل کو خود اخذ کر سکے، اس لئے ائمہ مجتہدین پر اعتماد کیا جاتا ہے، اور جو وہ سمجھتے ہیں اور سمجھاتے ہیں، اسی کو منشاء الہی اور مراد رسول سمجھ کر واجب الاتباع مانا جاتا ہے۔ اس طرح ان ئمہ کی تقلید در اصل اللہ اور رسول کی تقلید ہے، ہم نہ انہیں معصوم سمجھتے ہیں اور نہ واجب الاطاعت اور نہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ان کے پاس فقہ کی وحی آتی ہے، شاہ صاحبؒ نے اسی بات کو اس انداز سے ادا فرمایا ہے:

فَهَذَا كَيفَ يُنكره أحدمَعَ أَن الإستفتاءلم يزل بَين الْمُسلمين من عهدالنَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم وَلَافرق بَين أَن يستفتي هَذَا دَائِما أَو يستفتي هَذَا حينا بعد أَن يكون مجمعا على مَا ذَكرْنَاهُ كَيفَ لَا وَلم نؤمن بفقيه أيا كَانَ أَنه أوحى الله إِلَيْهِ الْفِقْه وَفرض علينا طَاعَته وَأَنه مَعْصُوم فَإِن اقتدينا بِوَاحِد مِنْهُم فَذَلِك لعلمنا أَنه عَالم بِكِتَاب الله وَسنة رَسُوله فَلَايَخْلُو قَوْله إِمَّا أَن يكون من صَرِيح الْكتاب وَالسّنة.......... فَهَذَا أَيْضا معزو إِلَى النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم وَلَكِن فِي طَرِيقه ظنون[95]

---

[95] عقد الجيد في أحكام الاجتهاد والتقليد ص 11 المؤلف : أحمد بن عبد الرحيم الدهلوي الناشر : المطبعة السلفية – القاهرة ، 1385 تحقيق : محب الدين الخطيب

مذاہب اربعہ کی تخصیص کی وجہ

البتہ چوتھی صدی ہجری سے قبل تک مذاہب اربعہ کے علاوہ دوسرے مجتہدین کی بھی تقلید کی جاتی تھی، لیکن دوسرے حضرات مجتہدین کے مذاہب گردش ایام کے اثر سے پوری طرح محفوظ نہ رہ سکے اور نہ ان کے پیروکاروں کی تعداد باقی رہی، اب ان کے وہی اقوال و آراء محفوظ رہ گئے، جو مذاہب اربعہ کی کتابوں میں مختلف مناسبتوں سے مذکور ہوئے ہیں، اس لئے چوتھی صدی ہجری کے بعد ان مذاہب اربعہ کے سوا کوئی مذہب باقی نہ رہا، اس لئے حکمت الٰہی سے تقلید شخصی کا انحصار انہی چار مذاہب میں ہو گیا، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

وَلما اندرست الْمذَاهب الحقة إِلَّاهَذِه الْأَرْبَعَة كَانَ اتباعها اتبَاعا للسواد الْأَعْظَم وَالْخُرُوج عَنْهَا خُرُوجًا عَن السوَاد الْأَعْظَم [96]

علامہ ابن خلدونؒ مقدمہ میں فرماتے ہیں:

ووقف التلقيد فی لامصار عند هؤلاء الاربعة و درس المقلدون لمن سواهم ---- ولم يبق الانقل مذاهبهم وعمل كل مقلدبمذهب من قلده منهم ------وقدصاراهل الاسلام اليوم على تقليد هؤلاء الأئمة الاربعة [97]

حضرت ملاجیونؒ نے اس موقعہ پر بڑی اچھی بات لکھی ہے:

والانصاف أن انحصار المذاہب فی الأربعة واتباعهم فضل الهی و قبولية عند الله لا مجال فيه للتوجيهات و الأدلة[98]

---

[96]–عقد الجيد في أحكام الاجتهاد والتقليد ص 10 المؤلف : أحمد بن عبد الرحيم الدهلوي الناشر : المطبعة السلفية – القاهرة ، 1385 تحقيق : محب الدين الخطيب

[97]– مقدمہ ابن خلدون ۱۱۷

[98]– تفسیری احمدی ۲۹۷

یعنی انصاف یہ ہے کہ مذاہب اربعہ کا انحصار اور ان کی اتباع فضل الٰہی اور منجانب اللہ قبولیت کی علامت ہے، اس میں توجیہات و دلائل کی گنجائش نہیں ہے۔

حضرت مولانا عبدالحئی لکھنوی "غیث الغمام" میں لکھتے ہیں:

و فیہ اشارۃ الی ان انحصار المسالک فی المذاہب الأربعۃ المشھورۃ فی الازمنہ المتاخرۃ امر الٰہی وفضل ربانی لا یحتاج الی اقامۃ الدلیل علیہ [99]

اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ آج مشہور زمانہ مذاہب اربعہ میں مسالک کا انحصار ایک امر الٰہی اور فضل ربانی ہے جس پر دلیل قائم کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

تقلید کے لئے مذہب واحد کی تعیین

اس لئے آج شریعت پر عمل پیرا ہونے کی صورت یہ ہے کہ انہیں چار مذاہب میں سے کسی ایک مذہب کی تقلید کی جائے، دوسری صدی ہجری سے قبل تک بلا نکیر کسی بھی مجتہد کی تقلید کا رواج تھا، لیکن مذاہب اربعہ کے ظہور اور ہویٰ وہوس کے غلبہ کی وجہ سے دوسری صدی کے بعد ایک خاص مذہب کی تعیین ضروری ہوگئی اور آج بھی وہی واجب ہے۔ جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے لکھا ہے:

وبعدالمأتین ظہر فیہم التمذھب للمجتھدین با عیا نھم وقل من کان لا یعتمد علی مذھب مجتہد بعینیہ وکان ھذا ھو الواجب فی ذلک الزمان [100]

99۔ فتح المبین۔۳۸۸، مصنفہ مولانا منصور علی خان مراد آبادی

100- الإنصاف في بيان أسباب الاختلاف ص 70 المؤلف : أحمد بن عبد الرحيم ولي الله الدهلوي الناشر : دار النفائس – بيروت الطبعة الثانية ، 1404 تحقيق : عبد الفتاح أبو غدة

تقلید شخصی کے ترک سے دین کی تصویر بگڑ جائے گی

اس لئے کہ اب نہ وہ ورع و احتیاط رہی اور نہ وہ خوف خدا اور جذبۂ تحقیق حق باقی رہا، اگر آج اس بات کی کھلی آزادی دے دی جائے کہ جس مجتہد کا چاہو قول اختیار کرلو تو دین ایک کھلونا بن کر رہ جائے گا، کیوں کہ اکثر مجتہدین کے یہاں کچھ نہ کچھ منفرد اقوال ایسے ملتے ہیں جن کو خواہشات نفس کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے، مثلاً امام شافعیؒ کے نزدیک شطرنج کھیلنا جائز ہے، حضرت عبد اللہ بن جعفرؓ کی طرف موسیقی کا جواز منسوب ہے، حضرت قاسم بن محمدؒ کی طرف منسوب ہے کہ وہ بے سایہ تصویروں کو جائز کہتے تھے، مالکیہ میں امام سحنونؒ کی طرف اپنی زوجہ کے ساتھ وطی فی الدبر کا جواز منسوب ہے، امام اعمشؒ سے منقول ہے کہ ان کے نزدیک روزہ کی ابتداء طلوع شمس سے ہوتی ہے، ابن حزم ظاہریؒ کا مسلک یہ ہے کہ جس عورت سے نکاح کا ارادہ ہو اسے برہنہ دیکھنا بھی جائز ہے، نیز انہی کا مسلک یہ ہے کہ اگر کسی عورت کو کسی مرد سے پردہ کرنا مشکل ہو تو اس کے لئے جائز ہے کہ اس بالغ مرد کو اپنے پستان سے دودھ پلادے، اس طرح حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی، اور پردہ اٹھ جائے گا، اور حضرت عطاء ابن ابی رباحؒ کا مسلک یہ ہے کہ اگر عید کا دن جمعہ کے روز آجائے تو اس دن ظہر اور جمعہ دونوں ساقط ہو جاتے ہیں، اصحاب ظواہر کی رائے یہ ہے کہ چھ چیزوں (سونا چاندی، جو، گیہوں، کھجور اور نمک) کے سوا تمام چیزوں میں سودی لین دین درست ہے وغیرہ۔

غرض اس طرح اگر کوئی شخص ایسے اقوال کو تلاش کرکے ان پر عمل شروع کردے تو ایک ایسا دین تیار ہو جائے گا جس میں ہر ناکردنی اور ناگفتنی کو دین کا نام مل جائے گا، اسی لئے امام اوزاعی کا قول ہے کہ:

من اخذ بنوادر العلماء خرج من الاسلام[101]

جو علماء کے تفردات کو لے گا وہ اسلام سے خارج ہو جائے گا،

حافظ ابن حجرؒ نے تلخیص الجبیر میں حضرت معمرؒ کا قول نقل کیا ہے کہ:

عن معمر قال لو أن رجلا أخذ بقول أهل المدينة في استماع الغناء وإتيان النساءفي أدبارهن ويقول أهل مكة في المتعة والصرف وبقول أهل الكوفة في المسكر كان شر عباد الله[102].

کہ اگر کوئی شخص غنا سننے اور عورتوں سے وطی فی الدبر کے مسئلے میں اہل مکہ کا قول اور متعہ اور بیع صرف میں اہل مدینہ کا قول اختیار کرے تو وہ سب سے بدترین شخص ہے۔

تقلید شخصی واجب لغیرہ ہے

اسی لئے علماء نے چوتھی صدی ہجری کے بعد تقلید شخصی کو واجب قرار دیا، حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ علماء کے اس فیصلہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

وکان هذا هو الواجب فی ذلک الزمان [103]

---

[101]- البحر المحيط في أصول الفقه ج 4 ص 603 المؤلف : بدر الدين محمد بن عبد الله بن بهادر الزركشي (المتوفى : 794هـ)المحقق : محمد محمد تامرالناشر : دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان الطبعة : الطبعة الأولى، 1421هـ / 2000م* إرشاد الفحول إلي تحقيق الحق من علم الأصول ج 2 ص 253 المؤلف : محمد بن علي بن محمد الشوكاني (المتوفى : 1250هـ)المحقق : الشيخ أحمد عزو عناية ، دمشق – كفر بطنا قدم له : الشيخ خليل الميس والدكتور ولي الدين صالح فرفور الناشر : دار الكتاب العربي الطبعة : الطبعة الأولى 1419هـ – 1999م عدد الأجزاء : 2

[102]- التلخيص الحبير في تخريج أحاديث الرافعي الكبيرج 3 ص 398المؤلف : أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني (المتوفى : 852هـ)الناشر : دار الكتب العلمية الطبعة : الطبعة الأولى 1419هـ .1989م.عدد الأجزاء : 4

[103]- الإنصاف في بيان أسباب الاختلاف ص 70 المؤلف : أحمد بن عبد الرحيم ولي الله الدهلوي الناشر : دار النفائس – بيروت الطبعة الثانية ، 1404 تحقيق : عبد الفتاح أبو غدة

اس پر اشکال یہ ہوتا ہے کہ جو چیز عہد نبوت میں واجب نہ تھی وہ بعد میں کیسے واجب ہو گئی ، اس کا جواب دیتے ہوئے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے '' الانصاف فی بیان سبب الاختلاف '' میں لکھا ہے کہ واجب کی دو قسمیں ہیں ، ایک واجب لعینہ ، دوسرے واجب لغیرہ ، واجب لعینہ تو وہی چیزیں ہیں ، جن کو عہد رسالت میں واجب کر دیا گیا ، اس کے بعد ان میں اضافہ نہیں ہو سکتا ، لیکن واجب لغیرہ میں اضافہ ہو سکتا ہے ۔ وہ اس طرح کہ مقصود تو ایک واجب کی ادئیگی ہوتی ہے ، لیکن اگر اس واجب کی ادئیگی کا کسی زمانہ میں صرف ایک طریقہ رہ جائے تو وہ طریقہ واجب ہو جاتا ہے ۔ مثلاً عہد رسالت میں احادیث کی حفاظت واجب تھی ، لیکن کتابت واجب نہ تھی ، کیوں کہ حفاظت حدیث کا فریضہ محض حافظہ سے بھی ادا ہو سکتا ہے ، لیکن بعد میں جب حافظوں پر اعتماد نہ رہا تو حفاظت حدیث کا کوئی طریقہ بجز کتابت کے باقی نہ رہا ، اس لئے کتابت واجب ہو گئی ، اس طرح عہد صحابہ و تابعین میں غیر مجتہد کے لئے مطلق تقلید واجب تھی ، لیکن جب تقلید مطلق کا راستہ پر خطر ہو گیا تو اب صرف تقلید شخصی ہی کو واجب قرار دیا گیا ۔

قلت الواجب الأصل هو أن يكون في الأمة من يعرف الأحكام الفرعية من أدلتها التفصيلية أجمع على ذلك أهل الحق ومقدمة الواجب واجبة فإذا كان للواجب طرق متعددة وجب تحصيل طريق من تلك الطرق من غير تعيين وإذا تعين له طريق واحد وجب ذلك الطريق بخصوصه كما إذا كان الرجل في مخمصة شديدة يخاف منها الهلاك وكان لدفع مخمصته طرق من شراء الطعام والتقاط الفواكه من الصحراء و اصطياد ما يتقوت به وجب تحصيل شيء من هذه الطرق لا على التعين فاذا وقع في مكان ليس هناك صيد ولا فواكه وحب عليه بذل المال في شراء

الطعام وكذلك كان للسلف طرق في تحصيل هذا الواجب وكان الواجب تحصيل طريق من تلك الطرق لا على التعين ثم انسدت تلك الطرق إلا طريقا واحدا فوجب ذلك الطريق بخصوصه وكان السلف لا يكتبون الحديث ثم صار يومنا هذا كتابة الحديث واجبة لأن رواية الحديث لا سبيل لها اليوم إلا بمعرفة هذه الكتب وكان السلف لا يشتغلون بالنحو واللغة وكان لسانهم عربيا لا يحتاجون إلى هذه الفنون ثم صار يومنا هذا معرفة اللغة العربية واجبة لبعد العهد عن العرب الأول وشواهد ما نحن فيه كثيرة جدا وعلى هذا ينبغي أن القياس وجوب التقليد لإمام بعينه فانه قد يكون واجبا وقد لا يكون واجبا فاذا كان إنسان جاهل في بلاد الهند أو في بلاد ما وراء النهر وليس هناك عالم شافعي ولا مالكي ولاحنبلي ولا كتاب من كتب هذه المذاهب وجب عليه أن يقلد لمذهب أبي حنيفة ويحرم عليه أن يخرج من مذهبه لأنه حينئذ يخلع ربقة الشريعة ويبقى سدى مهملا بخلاف ما إذا كان في الحرمين فانه متيسر له هناك معرفة جميع المذاهب ولا يكفيه أن يأخذ بالظن من غير ثقة ولا أن يأخذ من ألسنة العوام ولا أن يأخذ من كتاب غير مشهور كما ذكر كل ذلك في النهر الفائق شرح كنز الدقائق[104]

غرض بحالات موجودہ عامی شخص کے لئے شریعت پر عمل کرنے کے لئے واحد صورت یہ ہے کہ وہ ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک امام کی تقلید کرے۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے اس

104- الإنصاف في بيان أسباب الاختلاف ص 79 المؤلف : أحمد بن عبد الرحيم ولي الله الدهلوي الناشر : دار النفائس – بيروت الطبعة الثانية ، 1404 تحقيق : عبد الفتاح أبو غدة

پر امت کا اجماع نقل کیا ہے:

ان هذہٖ المذاهب الاربعۃ المدونۃ المحررۃ قد اجتمعت الامۃ او من یعتد منها عل جواز تقلید ها الی یومنا هذا و فی ذالک من المصالح ما لا یخفی لا سیما فی هذہٖ الایام التی قصرت فیها الهمم جداً اوشربت النفوس الهوی وا عجب کل ذی رائی برأیہ[105]

مذاہب اربعہ جو تحریری مدون صورت میں موجو دہیں، پوری امت یاکم از کم امت کے قابل لحاظ طبقہ نے آج تک ان کی تقلید کے جواز پر اتفاق کیا ہے، ان میں جو مصالح واسرار ہیں بالخصوص موجودہ حالات میں، جب کہ ہمتیں کوتاہ ہیں، ہویٰ پرستی کا دور دورہ ہے، اور ہر شخص اپنی رائے پر نازاں ہے، جو کسی پر مخفی نہیں"

مذاہب اربعہ کا بحیثیت شریعت احترام واجب ہے

ان تمام مباحث سے یہ بات بھی صاف ہو جاتی ہے کہ فقہاء کے فقہی استنباطات اور فروعی اجتہادات کا بحیثیت شریعت احترام کرنا لازم ہے، ان کا تمسخر یا ائمہ واسلاف میں سے کسی کی توہین و مذمت شرائع اسلام کی توہین ہے، جس سے کفر کا اندیشہ ہے، اس لئے کہ آج شریعت الہی مذاہب اربعہ کی صورتوں میں موجود و محفوظ ہیں، اس لئے ان کی توہین گویا شریعت مطہرہ کی توہین ہے۔

105- حجة الله البالغة ج 1 ص 325 الإمام أحمد المعروف بشاه ولي الله ابن عبد الرحيم الدهلوي تحقيق سيد سابق الناشر دار الكتب الحديثة – مكتبة المثنى مكان النشر القاهرة – بغداد

سلف صالحین کا ذکر خیر

یوں بھی گذرے ہوئے لوگوں کا ذکر احترام کے ساتھ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اذکروامحاسن موتاکم و کفوا عن مساویھم [106]

"مُردوں کی خوبیاں بیان کرو اور خرابیوں کے ذکر سے احتراز کرو"۔

اولیاء اللہ سے عداوت سنگین جرم ہے

اور یہ ائمہ تو اکابر اولیا اللہ میں تھے۔ بلکہ بے شمار عالموں، ولیوں، بزرگوں، اور نیک لوگوں نے ان کی تقلید و اتباع کو اپنے لئے باعث شرف سمجھا، پھر ان کا تمسخر اور ان کے ساتھ کدورت وعداوت کا معاملہ انتہائی خطرناک ہے، احادیث کے مطابق یہ تو خدا سے اعلان جنگ کے مترادف ہے۔

امام بخاریؒ اور ابن حبانؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے، امام احمدؒ، ابن ابی الدنیاؒ، ابو نعیمؒ، بیہقیؒ اور طبرانیؒ نے حضرت عائشہؓ سے، طبرانی اور بیہقی نے حضرت ابو امامہؓ سے، اسمٰعیل نے مسند علی میں حضرت علیؓ سے، طبرانی نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے ابو یعلیؒ، نجارؒ اور طبرانیؒ نے حضرت انسؓ سے، ابو یعلیؒ نے حضرت میمونہؓ بنت حارث سے، طبرانیؒ نے حضرت حذیفہؓ سے اور ابن ماجہؒ اور نعیمؒ نے حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت کی ہے کہ:

ان رسول اللہ ﷺ قال ان اللہ تعالی قال من عادی لی

---

[106]-الجامع الصحيح سنن الترمذي ج 3 ص 339 حديث نمبر :1019 المؤلف : محمد بن عيسى أبو عيسى الترمذي السلمي الناشر : دار إحياء التراث العربي – بيروت تحقيق : أحمد محمد شاكر وآخرون عدد الأجزاء : 5 الأحاديث مذيلة بأحكام الألباني عليها

ولیاً و فی آخر من آذی لی ولیاً۔ فقد آذنتہ بحرب[107]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے کہ جس نے میرے کسی ولی سے عداوت رکھی، میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں۔

اختلاف کے وقت اکابر کی روش

یہی وجہ ہے کہ ائمہ مجتہدین کے درمیان اجتہادی اختلاف کے باجود باہمی محبت و اخوت واحترام کا رشتہ کبھی نہیں ٹوٹا، اور بات اختلاف سے عصبیت اور تنگ نظری تک نہیں پہنچی ،ہمیشہ ان حضرات نے ایک دوسرے کالحاظ رکھا، اکرام واحترام کا معاملہ کیا اور ایک دوسرے کی تعریف اور ذکر خیر میں رطب اللسان رہے، اس کی بے شمار مثالیں کتب وسیر و تاریخ میں ملتی ہیں، یہاں صرف چند نمونے ذکر کئے جاتے ہیں۔

امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کا باہمی تعلق

حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ کے پاس تشریف لائے امام مالکؒ نے ان کا بڑا اکرام کیا، جب وہ چلے گئے تو فرمایا کیا آپ لوگوں کو معلوم ہے یہ کون تھے ؟لوگوں نے کہا، نہیں، فرمایا یہ امام ابو حنیفہؒ عراقی تھے، یہ ایسے علمی کمال کے مالک ہیں کہ اگر کہہ دیتے کہ یہ ستون سونے کا ہے، تو ویسا ہی اس کو ثابت کر دیتے، ان کو من جانب اللہ فقہ کی ایسی توفیق دی گئی ہے کہ انہیں اس میں بہت زیادہ محنت نہیں کرنی پڑتی[108]

---

[107]- الجامع الصحيح ج 5 ص 2384 حديث نمبر :6137 المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي الناشر : دار ابن كثير ، اليمامة – بيروت الطبعة الثالثة ، 1407 – 1987تحقيق : د. مصطفى ديب البغا أستاذ الحديث وعلومه في كلية الشريعة – جامعة دمشق عدد الأجزاء : 6 مع الكتاب : تعليق د. مصطفى ديب البغا

[108]- مناقب ذہبی ۱۹

خطیب بغدادیؒ نے امام شافعیؒ سے روایت کی ہے کہ امام مالک بن انسؒ سے معلوم کیا گیا کہ آپ نے ابو حنیفہؒ کو دیکھا ہے ؟ فرمایا جی ہاں میں نے ان کو ایسا پایا کہ اگر وہ اس ستون کے متعلق تم سے دعویٰ کرتے کہ یہ سونے کا ہے تو اس کو دلائل سے ثابت کر دیتے۔

قاضی ابو القاسم بن کاس سے روایت ہے کہ امام مالکؒ نے خالد بن مخلد قطوانی کو لکھا کہ امام ابو حنیفہؒ کی کچھ کتابیں بھیج دیں، تو انہوں نے بھیج دیا[109]

محمد بن اسماعیلؒ کہتے ہیں کہ میں نے امام مالکؒ کو دیکھا امام ابو حنیفہؒ کا ہاتھ پکڑے جا رہے تھے، جب مسجد نبوی پہونچے تو امام صاحبؒ کو آگے بڑھایا[110]

ابن الدراوردیؒ سے منقول ہے کہ میں نے امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کو مسجد نبوی میں دیکھا کہ عشاء کی نماز کے بعد سے مذاکرہ شروع کیا تو صبح کی نماز تک اسی میں مشغول رہے، جب کسی مسئلہ میں کوئی ایک دوسرے سے مطمئن ہو جاتا تو بلا تامل اسے اختیار کر لیتا، کسی کو اپنی بات پر بلا وجہ جمود نہ ہوتا تھا (کتاب المناقب للصمیریؒ)

ان دونوں حضرات میں اتنا تعلق تھا کہ موسم حج میں امام مالکؒ کو امام ابو حنیفہؒ کا انتظار رہتا تھا[111]

امام شافعیؒ کا اکابر فقہ حنفی سے تعلق

فقہ شافعی اور فقہ حنفی کے درمیان اتنی کثرت سے اجتہادی اختلافات موجود ہیں کہ کسی دو فقیہ کے درمیان اتنے اختلافات نہیں ہیں، لیکن ان دونوں مکاتب فقہ کے ائمہ کے باہمی

109۔ تذکرۃ النعمان ۱۴۷

110۔ موفق ۲/ ۳۴

111۔ امداد الباری، ۴/ ۸۱

تعلقات ہمیشہ خوشگوار رہے، ربیعؒ اور حرملہؒ کہتے ہیں، کہ میں نے امام شافعیؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ:

الناس عیال فی الفقہ علی ابی حنیفۃ''[112]

لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہؒ کی عیال ہیں۔

انہی کا قول ہے:

"خدا کی قسم میں تو امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد امام محمد بن حسنؒ کی کتابوں سے فقیہ ہوا[113]

امام شافعیؒ کے شاگرد علی بن میمونؒ روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے امام شافعیؒ نے کہا کہ میں ابو حنیفہؒ کے توسل سے برکت حاصل کرتا ہوں، جب کوئی حاجت پیش آجاتی ہے، دو رکعت نماز پڑھ کر ان کی قبر کے پاس اللہ سے دعا کرتا ہوں، دعا کے بعد حاجت براری میں تاخیر نہیں ہوتی[114]

ابو القاسم بن کاس نے امام شافعیؒ سے روایت کی کہ جس شخص نے امام ابو حنیفہؒ کی کتابوں کو نہیں دیکھا وہ نہ علم میں ماہر ہو سکتا ہے اور نہ فقیہ ہو سکتا ہے[115]

ابن حجر مکیؒ فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ نے امام ابو حنیفہؒ کی قبر کے پاس صبح کی نماز پڑھی تو قنوت نہیں پڑھی اور بسم اللہ بھی جہراً نہیں پڑھی، ان سے جب اس کی وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا صاحب قبر کے ادب کی وجہ سے اور یہ بھی فرمایا کہ میرا میلان مذہب عراق کی طرف ہو گیا[116]۔

رہا یہ کہ ایک مجتہد مطلق کے لئے اپنے اجتہاد کے خلاف دوسرے مجتہد مطلق کی تقلید

112۔ تہذیب التہذیب ۱۰/۴۵۰

113۔ غرائب البیان لابن حجر مکی۔ ۲۱

114۔ امداد الباری ۴/۸۱

115۔ تذکرۃ النعمان۔۱۴۹

116۔مقدمۂ اوجز ج ۱ ص ۶۴ ،الانصاف ص ۲۸

جائز نہیں، تو اس کی توجیہ یہ ممکن ہے کہ یہ تقلید نہیں بلکہ تبدیلی اجتہاد تھی، یعنی اس لمحہ میں حضرت امام شافعیؒ نے امام ابو حنیفہؒ کی قوت دلیل سے متاثر ہو کر اپنی رائے تبدیل کرلی، چاہے بعد میں پھر اس سے رجوع کر لیا ہو[117]

امام محمدؒ اور امام شافعیؒ کا تعلق

دوسری طرف فقہ حنفی کے امام محمدؒ کا امام شافعیؒ کے ساتھ تعلق اتنے لطف و محبت کا رہا کہ ایک بار امام محمدؒ کو معلوم ہوا کہ امام شافعیؒ ہارون رشیدؒ کی حکومت پر طعن کے الزام میں علوی خاندان کے نو(۹) افراد کے ساتھ گرفتار کر لئے گئے ہیں، اور بادشاہ کے سامنے ان کی پیشی ہونے والی ہے، ہارون رشید اس وقت رقہ میں تھا، اور امام محمدؒ وہاں کے قاضی تھے، یہ سن کر وہ بے چین ہو گئے، پیشی کے منتظر رہے، پیشی کے بعد امام شافعیؒ کے سب ساتھیوں کو قتل کر دیا گیا، کسی کی کوئی معذرت نہیں سنی گئی لیکن بقول امام شافعیؒ حضرت امام محمدؒ کی کوشش سے میری جان بخشی اور رہائی عمل میں آئی[118]

☆ایک مرتبہ امام محمدؒ ہارون رشید کے پاس جانے کے لئے گھر سے نکلے دروازہ پر امام شافعیؒ کو دیکھا تو ایوان خلافت تک جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا، امام شافعیؒ نے کہا کہ پھر کبھی آجاؤں گا ، مگر امام محمدؒ سواری سے اترے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر گھر میں لے گئے۔[119]

☆راحۃ القلوب میں حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء نے حضرت زبدۃ العارفین خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ کا قول نقل کیا ہے کہ جب امام محمدؒ سوار ہو کر کہیں جاتے تھے تو

117- خلاصة التحقيق۔ ۲۴

118- امداد الباری ، ۸۳/۴

119-امداد الباری ۔ ۸۳/۴

امام شافعیؒ اُن کی رکاب کے ساتھ پیدل چلتے تھے[120]

امام مالکؒ کے بارے میں دیگر ائمہ کے خیالات

قاضی عیاضؒ نے اوائل مدارک میں نقل کیا ہے کہ امام اعظمؒ نے فرمایا "امام مالک سے زیادہ جلد اور صحیح جواب دینے والا اور پوری پرکھ والا نہیں دیکھا[121]

☆امام شافعیؒ فرماتے تھے کہ اگر امام مالکؒ اور ابن عیینہؒ نہ ہوتے تو علم حجاز سے رخصت ہو جاتا[122]

☆حرملہؒ نقل کرتے ہیں کہ امام شافعیؒ فرماتے تھے کہ امام مالکؒ تابعین کے بعد زمین پر خدا کی حجت ہیں[123]

فقہ حنفی کے اکابر کے بارے میں امام احمد بن حنبلؒ کی رائے گرامی

☆امام احمد بن حنبلؒ نے امام اعظمؒ کے بارے میں فرمایا کہ ابو حنیفہؒ علم و تقوی، زہد و اختیار آخرت میں اس درجہ پر تھے کہ کوئی وہاں تک نہ پہنچ سکا۔[124]

☆سمعانیؒ نے انساب میں لکھا ہے کہ امام احمدؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب کسی مسئلہ میں تین حضرات کی رائیں جمع ہو جائیں تو پھر کسی کی مخالفت قابل التفات نہیں، دریافت کیا گیا، وہ کون لوگ ہیں، تو فرمایا، ابو حنیفہؒ، ابو یوسفؒ، اور محمد بن الحسنؒ۔[125]

120۔امداد الباری ۔ ۸۵/۴

121۔امداد الباری ۔ ۸۳/۴

122۔ فتح الباری، ۱/ ۷

123۔ تہذیب التہذیب، ۱/ ۸

124۔ امداد الباری ۴/ ۸۴

125۔ مقدمہ التعلیق المجد ۲۹

☆امام احمد بن حنبلؒ جب کبھی امام ابو حنیفہؒ کے کوڑے کھانے اور قضاء قبول نہ کرنے کا واقعہ یاد کرتے تو رو پڑتے اور امام صاحب کے لئے دعائے رحمت فرماتے تھے[126]۔

امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا تعلق

☆امام شافعیؒ جب ۱۹۹ھ میں بغداد چھوڑ کر مصر جانے لگے تو چلتے وقت فرمایا، میں بغداد سے نکلا تو اس وقت وہاں امام احمد سے بڑا نہ کوئی فقیہ تھا، نہ عالم، نہ متقی، نہ زاہد، نہ محتاط[127]۔

☆امام احمدؒ بھی امام شافعیؒ کے بہت معتقد تھے، فرماتے تھے، کہ کوئی ایسا محدث نہیں، جس نے قلم دوات کو ہاتھ لگایا ہو، مگر امام شافعی کا اس پر احسان نہ ہو، ہمیں مجمل و مفسر، ناسخ و منسوخ حدیث کا علم نہیں تھا، یہاں تک کہ امام شافعی کی مجلس میں ہم بیٹھے[128]

اس طرح ان بزرگوں نے کبھی عصبیت، تنگ نظری یا کشیدگی کا ماحول پیدا نہیں ہونے دیا، بلکہ اگر کسی کے متعلق اس طرح کی بات معلوم ہوئی تو اس کو اس سے روکا۔

حافظ ابن عبد البرؒ لکھتے ہیں کہ یحیٰ بن معینؒ امام شافعیؒ پر تنقید کرتے تھے، امام احمدؒ کو معلوم ہوا تو ان کو اس سے روکا اور فرمایا تمہاری ان دو آنکھوں نے بھی اس جیسا شخص نہ دیکھا ہو گا[129]

اختلاف کے باوجود اکابر کا طرز عمل ہمیشہ مثبت رہا

اور صرف زبانی حد تک ہی نہیں، بلکہ عملی طور پر بھی ان بزرگوں کی روش ہمیشہ مصالحانہ رہی، ایک مثال حضرت امام شافعیؒ کی پیش کی جا چکی ہے، کہ انہوں نے امام ابو حنیفہؒ کی قبر

126۔ تاریخ ابن خلکان ج ا ص ۱۶۴

127۔ امداد الباری ض ۴ ص ۸۷

128۔ ابن خلکان ، ۳/۳۵

129۔ جامع بیان العلم ۱۶۰/۲

کے پاس نماز پڑھی تو قنوت اور بسم اللہ بالجہر ادا ترک کر دی، کتب تاریخ میں اس طرح کی اور بھی مثالیں ملتی ہیں، شاہ ولی اللہؒ نے اس طرح کی کئی مثالیں ذکر کی ہیں۔

☆ یہ حضرات مجتہدین مسائل میں باہم اختلاف رکھنے کے باوجود ایک دوسرے کے پیچھے بلا تکلف نمازیں ادا کرتے تھے، امام ابو حنیفہؒ امام شافعیؒ اور ان حضرات کے اصحاب مدینہ میں مالکی ائمہ کے پیچھے نمازیں پڑھتے تھے، جب کہ مالکیہ سری یا جہری کسی طرح بسم اللہ کے قائل نہیں ہیں۔

☆ خلیفہ ہارون رشید نے ایک بار پچھنہ لگوانے کے بعد امام مالکؒ کے فتویٰ کے مطابق بلا تجدید وضو نماز پڑھی اور حضرت امام ابو یوسفؒ نے ان کے پیچھے نماز ادا کی اور اس کا اعادہ نہیں کیا۔

☆ امام احمد بن حنبلؒ نکسیر اور حجامت کو ناقص وضو مانتے تھے، مگر ان سے جب پوچھا گیا کہ خروج دم کے بعد امام نے بلا وضو نماز ادا کی، کیا آپ اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے؟ تو انہوں نے فرمایا امام مالکؒ اور سعید بن المسیبؒ کے پیچھے کیسے نماز نہ پڑھوں؟

☆ فتاویٰ بزازیہ میں امام ابو یوسفؒ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے جمعہ کے دن ایک حمام میں غسل کیا اور لوگوں کو نماز پڑھائی، لوگوں کے جانے کے بعد ان کو پتہ چلا کہ حمام کے کنویں میں چوہا گرا ہوا تھا، اس پر انہوں نے فرمایا تب ہمارا عمل اپنے مدنی بھائیوں کے قول پر ہوا کہ پانی دو قلہ ہو جائے تو نجاست اس پر اثر انداز نہیں ہوتی[130]

یہ بھی تبدیلی اجتہاد ہی کی نظیر ہے، تقلید کی نہیں، جس کی طرف امام ابو یوسفؒ نے اہل مدینہ کے مأخذ "اذا بلغ الماء قلتين لم يحمل الخبث" کا ذکر فرما کر اشارہ فرمایا ہے

130- الانصاف فی بیان سبب الاختلاف، ۲۸

[131]

اختلافی مسائل میں اسلاف نے جو روش اختیار کی آج بھی اسی کو اپنانے کی ضرورت ہے ، اس کے بغیر ہمارے درمیان نفرت کی دیواریں کبھی نہ ڈھ سکیں گی، اور باہم دوریوں کی خلیج بڑھتی ہی رہے گی، اللھم احفظنا منہ۔

ضرورت کے وقت ایک فقہی رائے سے دوسری رائے کی طرف عدول

☆ تقلید شخصی کے ذیل میں ایک اہم مسئلہ یہ بھی ہے کہ وقت اور حالات کی تبدیلی سے معاشرہ کسی مشکل صورت حال کا شکار ہو جائے اور ائمہ مجتہدین کی فقہی آراء میں سے ایک پر عمل باعث حرج ہو ، جب کہ دوسری فقہی رائے پر عمل سے یہ حرج دور ہو سکتا ہو ، تو کیا ایسی صورت حال میں صاحب ورع و تقوی علماء و فقہاء جنہیں اللہ نے فہم صحیح کی دولت عنایت فرمائی ہو ، ان کے لئے دفع حرج کی خاطر دوسری رائے پر فتوی دینا جائز ہو گا ؟ فقہاء کی عبارتوں سے اس کا جواز معلوم ہوتا ہے ، بشرطیکہ اس کا تعین وقت کے اصحاب ورع و تقوی اور محقق علماء کریں اور مقصود واقعی دفع حرج ہو ، محض رخصتوں کی تلاش مطلوب نہ ہو۔

امیر بادشاہ نے امام صلاح الدین علائی سے نقل کیاہے:

والذی صرح بہ الفقہاء مشہور فی کتبہم جواز الانتقال فی آحاد المسائل و العمل فیہا بخلاف مذہبہ اذا لم یکن علی وجہ التتبع للرخص[132]

بعض مسائل میں ایک فقہ سے دوسری فقہ کی طرف عدول کرنا جائز ہوتا ہے اور اس میں دوسرے مذہب پر عمل کرنا اگر سہولت کی تلاش میں نہ ہو ، تو فقہاء نے اس کے جواز کی

---

131 ـ خلاصۃ التحقیق ـ ۱۵

132 ـ تیسر التحریر ۴/۲۵۳

صراحت کی ہے، یہ ان کی کتابوں میں موجود ہے۔

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

"بہت سے احکام زمانہ کی تبدیلی کے ساتھ بدل جاتے ہیں اس لئے کہ اہل زمانہ کا عرف بدل جاتا ہے، نئی ضرورتیں پیدا ہو جاتی ہیں، اہل زمانہ میں فساد پیدا ہو جاتا ہے، اب اگر حکم شرعی پہلے ہی کی طرح باقی رکھا جائے تو یہ لوگوں کے لئے باعث مشقت و حرج ہو گا، اور ان شرعی اصول و قواعد کے خلاف ہو گا، جو سہولت اور آسانی اور نظام کائنات کی بہتری کے لئے ازالہٗ ضرر پر مبنی ہیں[133]

فقہاء کے یہاں بکثرت اس کی نظیریں موجود ہیں:

☆ جامع الرموز میں "زوج مفقود الخبر" کے بارے میں مالکیہ کا مسلک (یعنی چار سال انتظار کے بعد قاضی تفریق کا حکم دے گا) نقل کرنے کے بعد کہا گیا ہے:

فلو افتی بہ فی موضع الضرورۃ ینبغی ان لا باس بہ علی ماظن [134]

کہ اگر بوقت ضرورت اس پر فتوی دیا جائے تو گمان یہ ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہونا چاہئے"

☆جنون کی وجہ سے فسخ نکاح احناف میں صرف امام محمدؒ کے نزدیک ہے، لیکن ضرورت کی بنا پر تنہا ان کی رائے شیخین کے مقابلے میں قبول کی گئی ہے[135]

☆جس مسئلہ میں امام ابو حنیفہؒ اور صاحبین متفق الرائے ہوں، وہ مسئلہ کافی مضبوط مانا

133۔ رسائل ابن عابدین، ۱/۱۲۶

134۔ جامع الرموز ۳/۱۶۵

135۔ الفتاوی الہندیہ ۲/۱۳۴

جاتا ہے، لیکن ضرورت کے وقت اس سے بھی عدول کی اجازت ہے، شامی نے حاوی قدسی کے حوالہ سے لکھا ہے:

ولما كان قول ابى يوسف و محمد موافق قوله لا يتعدى عنه الافيمامست اليه الضرورة وعلم انه لوكان ابوحنيفة رأى مارأوا لافتى به[136]

صاحبین کی رائے امام صاحب کے موافق ہو تو اس سے عدول نہیں کیا جائے گا، لیکن اگر ایسی کوئی ضرورت پیش آجائے اور محسوس ہو کہ اگر خود امام ابو حنیفہؒ بھی ان حالات کو دیکھتے تو یہی فتوی دیتے ایسی صورت میں عدول کی گنجائش ہو گی۔

ضرورت کے وقت ضعیف یا مرجوح قول اختیار کرنے کی گنجائش

☆فقہاء کی عبارتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ ضرورت کے وقت قوی رائے کو چھوڑ کر دوسری قوی رائے ہی اختیار کرنا ضروری نہیں، بلکہ نسبتاً ضعیف اور مرجوح اقوال کو اختیار کرنا بھی جائز ہے۔

علامہ شامیؒ تحریر فرماتے ہیں:

فقد ذكر فى حيض البحر فى بحث الوان الدماء اقوالاً ضعيفاً ثم قال و فى المعراج عن فخر الائمة لو افتى المفتى بشئى من هذهِ الا قوال فى مواضع الضرورة طلباً للتيسير كان حسناً [137]

بحر میں احکام حیض میں حیض کے خون کے رنگ سے متعلق کئی ضعیف روایتیں ذکر کی گئی ہیں، پھر لکھا ہے کہ معراج میں فخر الائمہ سے منقول ہے کہ اگر مواقع

136۔رسم المفتی / ٧٠

137۔شامی ١/ ٥١

ضرورت میں طلب سہولت کے لئے کوئی مفتی ان اقوال میں سے کسی قول پر فتوی دے تو بہتر ہے۔

بلکہ فقہاء کے طرز عمل سے یہ بھی محسوس ہوتا ہے کہ ضرورت یہاں اضطرار کے معنی میں نہیں ہے، جس میں دفع حرج و تنگی کی کوئی بھی صورت داخل ہو سکتی ہے، بدنامی اور تہمت کے خوف سے بھی کسی ضعیف یا مرجوح قول کو عمل کے لئے اختیار کیا جا سکتا ہے۔

علامہ شامیؒ رقمطراز ہیں:

وکذا قال ابو یوسف فی المنی اذا خرج بعد فتور الشہوۃ لا یجب بہ الغسل ضعیفاً و اجازہ العمل بہ للمسافر او الضیف الذی خاف الریبۃ کما سیاتی فی محلہ و ذلک من مواضع الضرورۃ [138]

اسی طرح امام ابو یوسف نے فتور شہوت کے بعد خروج منی کی صورت میں کہا ہے کہ غسل واجب نہیں ہو گا، یہ قول ضعیف ہے، لیکن مسافر یا مہمان جو تہمت کا خوف رکھتا ہو اگر اس پر عمل کر لے، جیسا کہ اپنے مواقع پر یہ بحث آئے گی، تو اس کا ایسا کرنا درست ہو گا، کہ یہ مواقع ضرورت میں سے ہے۔"

ضرورت کے تعین کے لئے چند علماء کا اتفاق کافی ہے

اسی طرح ضرورت کے تعین کے لئے سارے علماء کا اتفاق ضروری نہیں، بلکہ چند راسخین فی العلم اور متقی علماء کا اتفاق کافی ہے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ "الحیلۃ الناجزۃ" میں تحریر فرماتے ہیں:

"اور ضرورت وہی معتبر ہے جس کو علماء اہل بصیرت ضرورت سمجھیں، نیز یہ

138۔ شامی، ۱/۵۱

بھی ضروری ہے کہ فتوی دینے والا ایسا شخص ہو جس نے کسی ماہر استاذ سے فن حاصل کیاہو، اور اہل بصیرت اس کو فقہ میں مہارت تامہ حاصل ہونے پر شہادت دیتے ہوں،۔۔۔۔۔۔اور اس زمانۂ پر فتن میں یہ دونوں باتیں جمع ہونا ،یعنی کسی ایک شخص میں تدین کامل اور مہارت تامہ کا اجتماع نایاب ہے، اس لئے اس زمانے میں اطمینان کی صورت یہی ہو سکتی ہے کہ کم از کم دو چار محقق علماء دین کسی امر میں ضرورت کو تسلیم کر کے مذہب غیر پر فتوی دیں، بدون اس کے اس میں اقوال ضعیفہ اور مذہب غیر کو لینے کی اجازت دی جائے، تو اس کا لازمی نتیجہ ہدم مذہب ہے کما لا یخفیٰ[139]

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

"اور اس زمانے میں احتیاط اس طرح ہو سکتی ہے کہ جب تک محقق و متدین علماء کرام میں سے متعدد حضرات کسی مسئلہ میں ضرورت کا تحقق تسلیم کر کے دوسرے امام کے مذہب پر فتوی نہ دیں، اس وقت تک ہر گز اپنے امام کے مذہب کو نہ چھوڑے، کیوں کہ مذہب غیر کو لینے کے لئے یہ شرط ہے کہ اتباع ہویٰ کی بناپر نہ ہو، بلکہ ضرورت داعیہ کی وجہ سے ہو[140]

واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم واحکم

اختر امام عادل قاسمی

----

[139] ۔الحیلۃ الناجزۃ، ٦٤

[140] ۔الحیلۃ الناجزۃ۔ ٦٢